

سلسلہ: ۷۱

ومن يتوكل على الله فهو حسبه

امام ابو حنیفہ متابعیت

صحابہؓ سے ان کی روایت

از

مولانا محمد عبدالشہید نعمانی

استاذ شعبہ عربیہ اسلامیہ کراچی

ہمشہ

ڈاکٹر محمد عبدالرحمن اعظمی

الطبعة الأولى
۱۹۷۷ء، مکتبہ اہل بیت، کراچی

قیمت: ۶۰ روپے

فہرست امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶	۱۴۔ حافظ ابن حجر کا تفصیلی فتویٰ	۵	۱۔ امام اعظم کی امتیازی خصوصیات
۲۸	۱۵۔ حافظ ابن زبیر الیمانی کی تصریح	۵	۲۔ بارگاہ رسالت سے بیک واسطہ تلمذ
۲۹	۱۶۔ طحاوی پر بیجا تنقید	۶	۳۔ کتاب الآثار کی تصنیف
۳۰	۱۷۔ میاں نذیر حسین کا امام صاحب کی تابعیت سے انکار	۶	۴۔ ہندوستان میں امام صاحب کی تابعیت سے بعض علماء کا انکار
۳۰	۱۸۔ میاں نذیر حسین صاحب کے پیش کردہ دلائل پر ایک نظر	۷	۵۔ مولانا شبلی کا ثبوت روایت کا
۳۵	۱۹۔ امام صاحب کی تابعیت اور نواب مہدی حسن کی تحقیقات	۸	۶۔ تابعیت کی فضیلت
۵۳	۲۰۔ فاضل لکھنوی کی تحقیق	۹	۷۔ تابعی کی تعریف
۵۶	۲۱۔ امام ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ روایت	۹	۸۔ تابعیت کے لئے مجرد روایت کافی ہے
۵۶	۲۲۔ شیخ ابواسحق شیرازی کے دعوے کی تنقیح	۱۶	۹۔ محدثین کے نزدیک تابعی ہونے کے لئے صرف کسی صحابی کا دیکھنا کافی ہے
۵۷	۲۳۔ امام صاحب کے معاصر صحابہ	۱۷	۱۰۔ امام صاحب نے کتنے صحابہ کا زمانہ پایا
۶۰	۲۴۔ ابن الاثیر کی ابواسحاق شیرازی کے دعویٰ کو مدلل کرنے کی ناکام کوشش	۲۱	۱۱۔ امام صاحب کی کن کن صحابہؓ ملاقات ہوئی
		۲۲	۱۲۔ ائمہ نقل کے بیانات
		۲۵	۱۳۔ ثبوت تابعیت کے باب میں حافظ ولی الدین عراقی کا فتویٰ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۷	۳۲ - وہ احادیث جو امام صاحب نے صحابہ سے روایت کی ہیں۔	۶۱	۲۵ - ابن خلکان، یافعی اور صاحب کواۃ ابن الاثیر کی بلا تحقیق پیروی
۸۸	۳۵ - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام ابو حنیفہ کی روایت	۶۲	۲۶ - بلا تحقیق نقل و نقل کے بارے میں ابن حجر کی تصریح
۸۸	۳۶ - حضرت عبداللہ بن الحارث بن جریذ سے امام صاحب کی روایت پر تفصیلی بحث	۶۳	۲۷ - بلا تحقیق تقلید کی غرابی
۱۰۳	۳۷ - حضرت عائشہ بنت عبد اللہ سے امام ابو حنیفہ کی روایت	۶۳	۲۸ - ابن الاثیر کی بے اصولی
۱۰۸	۳۸ - امام ابو حنیفہ کی عبداللہ بن ابی جزیہ صحابی سے روایت	۶۳	۲۹ - علامہ قہستانی کا ابن الاثیر پر رد
۱۱۵	۳۹ - تابعین میں افضل کون ہے	۶۴	۳۰ - ابن الاثیر اور ابن خلکان کے متعلق عینی کی تصریح
۱۳۱	۴۰ - کتابیات	۶۴	۳۱ - متاخرین محدثین میں نامور حضرات اور اس مسئلہ میں ان کی تحقیقات
		۷۲	۳۲ - اثبات روایت صحابہ میں نامور محدثین کی مستقل تالیفات
		۸۳	۳۳ - روایت صحابہ کے اثبات پر حافظ ابن حجر کی تنقید اور اس کا جواب

مادہ تاریخ طباعت

امام ابو حنیفہ (کوفی) کی تابعیت (حصہ اول)

۱۳ ہجری ۱۲

امام ابو حنیفہ کی تابعیت اسلوب سنجیدگی (اسلوب الجمع)

۱۳ ہجری ۱۴

بسمِ جان و تن

عرضِ ناشر

حق تعالیٰ کا یہ محض فضل ہے کہ اس نے ”الحسین الیڈمی“ کو نہایت معلومات آفریں کتاب ”امام اعظم ابوحنیفہ کی تابعیت اور صحابہ سے ان کی روایت“ کو شائع کرنے کی توفیق دی۔ یہ پروفیسر مولانا محمد عبدالشہید نعمانی چیمبرین شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی کا علمی و تحقیقی شاہکار ہے۔

اہل علم اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں کہ اسلامی دنیا کی اکثریت فقہی احکام میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی ہے۔ امام صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا ان میں سے ایک اہم خصوصیت ان کی تابعیت ہے۔ یہ وہ خصوصیت ہے جس میں ائمہ مذاہب اربعہ میں امام اعظم ابوحنیفہ ہی یکتا و منفرد ہیں، یہ کتاب اس موضوع پر نہایت جامع اور قیمتی معلومات پر مشتمل ہے جس سے اردو زبان کا دامن خالی تھا۔

اس کتاب کے چند اہم مباحث حسب ذیل ہیں :

- ۱۔ تابعیت کیا ہے۔
 - ۲۔ امام ابوحنیفہؒ نے کن کن صحابہ کا زمانہ پایا ہے۔
 - ۳۔ کن حضرات صحابہؓ سے آپ کو شرفِ ملاقات حاصل ہے۔
 - ۴۔ کن حضرات صحابہؓ سے آپ کی روایت ثابت ہے۔
- ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ حضرت امام اعظمؒ کے طفیل اس کوشش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور ہمیں ان کی برکت سے سرفراز کرے آمین۔

اجتہاد العباد

ڈاکٹر محمد عبدالرحمن غصنف غفر اللہ ولوالدیہ

۸ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
 وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ

۱۔ امام اعظم کی امتیازی خصوصیات

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اربعہ میں ایک خاص ممتاز اور منفرد حیثیت کے حامل ہیں جس کی وجہ ان کی وہ خصوصیات اور امتیازات ہیں جو دوسرے ائمہ میں نہیں پائے جاتے اور انہیں خصوصیات کی بناء پر آپ کو امام اعظم کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ علماء نے آپ کی بہت سی خصوصیتیں بتائی ہیں جن میں چند اتنی اہم ہیں کہ ان کی وجہ سے امام صاحب نہ صرف فقہاء بلکہ محدثین میں بھی ممتاز ہو گئے ہیں۔ ان خصوصیات میں ایک امتیازی خصوصیت جو تاریخی اور دینی دونوں اعتبار سے انتہائی اہم ہے وہ ان کی تابعیت ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ائمہ اربعہ میں امام صاحب کے علاوہ یہ منصب کسی اور امام کو حاصل نہ ہو سکا۔

۲۔ بارگاہ رسالت سے بیک واسطہ تلمذ

اسی تابعیت کی بناء پر آپ کو بارگاہ رسالت سے بیک واسطہ تلمذ کا شرف حاصل ہے اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس نے امام صاحب کو اپنے معاصر اور بعد کے آنے والے محدثین میں استاذ عالی کی حیثیت سے ممتاز کر دیا ہے۔ دوسرے ائمہ کی اسانید عالیہ پر نظر ڈالیے، امام مالک تبع تابعی ہیں اس لیے ان کی احادیث میں سب سے عالی ثنائیات ہیں،

امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی چونکہ کسی تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے اعلیٰ مرویات ثلاثیات شمار کی جاتی ہیں۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے امام بخاری، امام ابن ماجہ، امام ابو داؤد اور امام ترمذی کی بھی چونکہ بعض تبع تابعین سے ملاقات ہو گئی تھی اس لیے وہ بھی اس فضیلت میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے شریک ہیں۔ امام مسلم اور امام نسائی کی کسی تبع تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے اعلیٰ مرویات رباعیات ہیں۔

۳۔ کتاب الآثار کی تصنیف | اسی طرح محدثین میں امام اعظم ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے فقہی ابواب کی ترتیب پر علم حدیث میں سب سے پہلے کتاب الآثار جیسی بیش بہا تصنیف مرتب فرما کر بعد کے آنے والے ائمہ کے لیے ترتیب و تدوین کا ایک عمدہ نمونہ قائم کیا۔

۴۔ ہندوستان میں امام صاحب کی تابعیت سے بعض علماء کا انکار | تاریخ و تراجم کی کتابوں میں یہ بحث تو پہلے سے چلی آتی ہے کہ آیا امام صاحب کی صحابہ سے روایت ثابت ہے یا نہیں۔ لیکن امام اعظم کی روایت صحابہ سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں۔ البتہ گزشتہ صدی کے آخر میں جب ہندوستان میں تحریک اہل حدیث نے زور پکڑا اور تقلید و عدم تقلید کی بحثیں چھڑیں تو بعض حضرات نے مخالفت کے جوش میں امام صاحب کی تابعیت پر بھی کلام کیا اور صحابہ سے امام اعظم کی نہ صرف روایت بلکہ روایت سے بھی انکار کر دیا۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، اردو میں یہ بحث مولانا نواب قطب الدین صاحب دہلوی شارح مشکوٰۃ کی مشہور کتاب تنویر الحق کے بعد شروع ہوئی جو تقلید ائمہ کے ثبوت میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کی ابتدا میں فضائل امام اعظم پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے منجملہ اور فضائل کے ان کی تابعیت کا بھی ذکر کیا تھا۔ اور صحابہ سے امام اعظم کی روایت کو ثابت کیا تھا۔ اس رسالہ کے جواب میں سرخیل اہل حدیث جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے معیار الحق لکھی جس میں صحابہ سے امام اعظم کی روایت اور روایت دونوں کے ثبوت

سلسلہ وہ روایتیں جو تین واسطوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں۔

سلسلہ وہ روایات جن کے سلسلہ سند میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک چار واسطے ہیں۔

کا انکار کیا۔ پھر معیار کے جواب میں علماء احناف کی طرف سے دو کتابیں لکھی گئیں۔ ایک "انتصار الحق" مؤلفہ مولانا ارشاد حسین صاحب راجپوری، دوسری مدار الحق مؤلفہ مولانا محمد شاہ صاحب صدیقی۔ ان دونوں کتابوں میں تابعیت پر تفصیلی بحث کی گئی اور دلائل سے اس کا اثبات کیا گیا۔

۵۔ مولانا شبلی کا ثبوت روایت کا

اس کے بعد مولانا شبلی نے سیرۃ النعمان لکھی جس میں انتہائی سنجیدہ اور تحقیقی انداز میں امام صاحب کے حالات زندگی سپرد قلم کیے۔ اس کتاب میں مولانا شبلی نے اگرچہ امام اعظم کی تابعیت کا اثبات کیا ہے لیکن روایت صحابہ کے سلسلہ میں ان کی رائے بعض متاخرین شوافع کی رائے سے متاثر ہو گئی۔ اس لئے اس بارے میں انھوں نے زیادہ تحقیق سے کام نہیں لیا بلکہ انھیں بعض علماء شوافع کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے امام اعظم کی روایت صحابہ سے انکار کر دیا۔ اور اس سلسلہ میں وہی دلائل نقل کر دیئے جو صاحب الخیرات الحسان نے اپنی کتاب میں بیان کیے تھے۔

اب حال ہی میں مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی نے اپنی مشہور کتاب ابن ماجہ اور علم حدیث میں صحابہ سے امام اعظم رحمہ اللہ کی روایت کے اثبات پر ایک نہایت قیمتی بحث سپرد قلم کی ہے جو قابل دید ہے اس کے علاوہ موصوف نے اپنی عربی تصنیف "التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم" اور "التعلیقات علی ذب ذہبیات الدراسات" میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نہایت سیر حاصل بحث کی ہے جو نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔ اس مسئلہ پر بحث شروع کرنے سے پہلے سب سے اول تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ شرعی نقطہ نظر سے تابعیت کی کیا اہمیت ہے؟ اور وہ کیوں باب مناقب کی ایک اہم خصوصیت اور قابل فخر چیز بن گئی ہے؟ اور اس کے بعد پھر اس پر غور کرنا چاہیے کہ تابعی کی تعریف

سے یہ دونوں کتابیں ادارہ سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سندھ نے عربی ٹائپ میں نہایت عمدہ کاغذ پر شائع کی ہیں۔ التعلیق القویم امام مسود ابن شبیبہ سندھی کی مقدمہ کتاب التعلیم کا حاشیہ ہے۔ اور التعلیقات مخدوم عبداللطیف محدث سندھی کی ذب ذہبیات الدراسات کا، یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں ہے اور علامہ محمد سندھی کی دراسات البیہ کا رد ہے۔

کیا ہے؟ اور کون شخص اس فضیلت کا حامل بن سکتا ہے؟

۶۔ تابعیت کی فضیلت | اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَالشَّيْقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو
ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہو ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں اسے
ان کے بارے میں یہی ہے ان کے نہیں رہا کریں ان ہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی
اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے :

وَالشَّيْقُونَ الشَّيْقُونَ - أُولَئِكَ الثَّغَرُ يُونُ فِي جَنَّةِ النَّعِيمِ -

اور جو آگے آگے ہیں ، وہی نعمت کے باغوں میں خاص قرب والے ہیں ۔

اور حدیث میں ہے :

عن ابن مسعود رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير الناس قرني

ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يبعث قوم تسبق شهادة احدكم يمينه ويمينه

شهادته - متفق عليه (مشکوٰۃ المصابیح ، باب الاقطیۃ والشہادات الفصل الاول)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں ، پھر وہ جو ان سے پیوستہ ہیں ، پھر وہ جو ان سے پیوستہ
ہیں ۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان میں سے کسی کی گواہی اس کی قسم سے پہلے ہوگی اور کسی کی
قسم کی گواہی سے پہلے ۔ (مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی شخص کو نہ قسم کھانے میں باک ہوگا ، نہ
گواہی دینے میں ۔ بلکہ آگے سے آگے گواہی دینے اور قسم کھانے کے لئے تیار ہوں گے ۔)

ان آیات و احادیث پر غور کیجیے ۔ سابقیت ، مقربیت ، رضاء الہی ، وعدہ دخول جنت

اور دہاں ہمیشہ رہنا ، فوز عظیم ، خیریت زمان ۔ یہ وہ فضائل اور خصوصیات ہیں جن کی

وجہ سے شرف تابعیت باب مناقب کی ایک عظیم خصوصیت اور انتہائی قدر و منزلت کی چیز

ہی گئی ہے ۔

۷۔ تابعی کی تعریف | اب تابعی کی تعریف پر غور کیجیے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ کوئی لوگ اس کیفیت کے حامل ہو سکتے ہیں۔

حافظ ابن صلاح المتوفی ۷۴۲ھ اپنی کتاب علوم الحدیث المعروف بمقدمۃ ابن الصلاح میں فرماتے ہیں :

قال الخطيب التابعي من صحب الصحابي قلت ومطلقه مخصوص بالتابعي بلحاظ ويقال للواحد منهم تابع وتابعي وعلام الحاکم ابی عبد اللہ وغیرہ مشعربانہ یعنی فیہ ان یسمع من الصحابی او یلقاه وان لم توجد الصحبة العرفیة . والاكتفاء فی هذا بمجرد اللقاء والرؤية اقرب منه فی الصحابی نظراً الی مقتضى اللفظین فیہما .

خطیب کہتے ہیں جس شخص نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو وہ تابعی ہے۔ میں (ابن صلاح) کہتا ہوں۔ مطلق تابعی کا لفظ اس تابعی کے ساتھ مخصوص ہے جو صحابہ کی اچھی طرح اتباع کرے ان میں سے واحد کے لیے تابع اور تابعی دونوں لفظوں کا استعمال ہوتا ہے۔ ابی عبد اللہ الحاکم وغیرہ کا کلام اس بات کو بتاتا ہے کہ تابعی ہونے کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ اس کو کسی صحابی سے سماع یا لقاء حاصل ہو۔ اگرچہ صحبت عرفیہ نہ پائی جائے۔ اور لقاء اور رؤیت کے لحاظ سے صحابی و تابعی کے الفاظ کے مقتضی پر غور کیا جائے تو یہ نسبت صحابی کے تابعی کے بارے میں مجرد لقاء اور رؤیت پر اکتفاء کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۸۔ تابعیت کے لیے مجرد روایت کافی ہے

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حافظ ابن صلاح کے نزدیک مجرد رؤیت تابعیت کے لیے کافی ہے چنانچہ اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے حافظ زین الدین العراقی المتوفی ۷۴۲ھ فرماتے ہیں :

وقیه امور احدها ان تقديم المصنف كلام الخطيب في حديث التابعي على كلام الحاكم وغيره وتصديره یہاں چند امور قابل لحاظ ہیں۔ من جملہ ان کے ایک مصنف کا تابعی کی تعریف میں خطیب کے کلام کو حاکم وغیرہ کے کلام پر مقدم کرنا اور اس کے ذریعے اپنے کلام کا آغاز کرنا یہ وہم پیدا

۹۔ میں نے اس پر جواب دیا .

بہ کلامہ، رہا یوہم ترجیح علی القول الذی بعدہ و لیس كذلك بل الرابع الذی علیہ العمل قول المحکم وغیرہ فی الکفاء مجرد الرؤیۃ دون اشتراط الصحۃ و علیہ العمل لائمۃ الحدیث مسلم بن الحجاج ابی حاتم بن حبان ابی عبد اللہ المحکم بن النعمان بن سعید وغیرہ کا عمل بھی دلالت کر رہا ہے۔

معلوم ہوا کہ نہ صرف ابن صلاح بلکہ اس فن کے مستند ائمہ مسلم بن الحجاج، ابن حبان، حاکم اور عبد النعمان بن سعید کی رائے بھی یہی ہے۔ البتہ ابن حبان نے یہ شرط لگائی ہے کہ روایت ایسے سن میں ہونا چاہیے جس میں وہ راوی اس حدیث کو یاد بھی کر سکے۔ اسی طرح علامہ فی الدین النووی تقریب میں تابعی کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قیل هو من مصابہا وقیل من لقیہا، وهو الاظهر۔
کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تابعی وہ ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔

دیکھئے اس عبارت میں بھی علامہ نووی نے تابعی کی تعریف میں صرف لقاد ہی کو ظاہر بتایا ہے۔

اور حافظ جلال الدین سیوطی تقریب نووی کی شرح تدبیر الراوی میں عبارت بالا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقیل هو من لقیہا وان لم یصحہ۔ کہا قیل فی الصحابہ و علیہ المحکم۔ قال ابن الصلاح وهو اقرب قال۔
کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو مگر یہ اس کی صحبت سے مستفید نہ ہوا ہو جیسا کہ صحابی کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ یہی حاکم کی رائے ہے۔ ابن صلاح

المصنف وهو الاظهر. قال
العراق وعليه عمل الاكثرين
اهل الحديث. ۱۰
نے کہا ہے یہی زیادہ قریب ہے مصنف نے بھی اسی کو زیادہ
ظاہر بتایا ہے۔ عراقی نے کہا ہے کہ اہل حدیث (محدثین) میں
سے اکثر کا اسی پر عمل ہے۔
امام سیوطی کی اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ اہل فن کے نزدیک تابعیت کے لیے مجردت
کافی ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :
التابعي وهو من اتى الصحابي كذلك
وهذا متعلق بالتقوى وهذا هو المختار
خلافا لمن اشترط في التابعي طول الاملا
او صحت السماع او التمييز. ۱۱
تابعی وہ شخص ہے جس نے اسی طرح صحابی سے ملاقات کی
ہو۔ اور یہی مذہب مختار ہے برخلاف ان لوگوں کے جو تابعی
کے لیے طول ملازمت یا صحت سماع یا سن تمییز کو شرط
قرار دیتے ہیں۔
معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کی رائے میں بھی مجرد لقاء کافی ہے اور انھوں نے اسی کو راجع
قرار دیا ہے۔

اسی طرح حافظ صاحب کے شاگرد حافظ سخاوی فرماتے ہیں :
قال تابع اللقي لمن قد صحب النبي صلى
الله عليه وسلم واحدا فاكتر سواء كانت
الرؤية من الصحابي نفسه حيث كان
التابعي اعلى او بالعكس او كانا جميعا
كذلك يصدق انهما تلاقيا وسواء
كان ميذا ام لا سمع منه ام
لا ۱۲
تابع وہ ملاقات کرنے والا ہے ایک یا ایک سے زائد ان
حضرات سے کہ جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
اٹھائی ہو۔ خواہ خود صحابی نے اس کو دیکھا ہو یا اس طرح کہ تابعی
تابعینا ہو یا اس کے برعکس ہو کہ صحابی تابعینا ہو یا دونوں ہی
تابعینا۔ تب بھی یہ بات صادق آئے گی کہ انھوں نے باہم
ملاقات کی ہے۔ اور خواہ تابعی سن تمیز کر پہنچا ہو یا نہیں۔ اور
خواہ اس نے صحابی سے سماع کیا ہو یا نہیں۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف واضح ہے کہ ائمہ اصول حدیث کے نزدیک ثبوت تابعیت کے لیے مجرد کسی صحابی کی روایت کافی ہے۔ البتہ خطیب بغدادی کے نزدیک صحبت صحابی ضروری ہے۔ لیکن صحبت کی نفی ایک تو خود حدیث نبوی سے ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

طوبی لمن رآنی وامن بی و طوبی لمن سرائ من سرائی .
خوبی ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور خوبی ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔
(رواہ الطبرانی والحاکم عن عبد اللہ بن بسر) ۱۷

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت ہی کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو کہ مطلق ہے لہذا اس مطلق کو صحبت یا اسی قسم کی کسی اور قید سے مقید کرنا درست نہ ہوگا اس لیے کہ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے، المطلق یجری علی اطلاقہ .

دوسرے یہ کہ خود خطیب بغدادی کے طرز عمل سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد بھی صحبت سے یہاں صحبت لغوی ہے جس میں ایک لحظہ کی ملاقات بھی کافی ہے نہ کہ صحبت جرنی کہ جس میں صرف ملاقات کافی نہیں بلکہ کچھ عرصہ تک ساتھ رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ انھوں نے منصور بن المعتمر کو تابعین کے زمرے میں شمار کیا ہے حالانکہ تمام ائمہ حدیث جیسے مسلم بن الحجاج، ابن حبان وغیرہ ان کو تبع تابعین میں شمار کرتے ہیں اور امام نووی ان کے متعلق صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ وہ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہیں۔

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن الدین عراقی مقدمہ ابن سلوح کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

الامراۃ ان الخطیب وان کان قال فی کتاب الکفایۃ ما حکاہ عند المصنف من ان التابعی من صحب الصحابی فانہ عد منصور بن المعتمر من التابعین فی جزء لہ جمع فیہ روایۃ المستبصر من التابعین بعضهم عن بعض وذلك فی شرح مشکوٰۃ باب مناقب الصحابة الفصل الثانی .
دوسری بات یہ ہے کہ خطیب نے اگرچہ کتاب الکفایہ میں جیسا کہ مصنف نے ان سے نقل کیا ہے یہ کہل ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو، اس کے باوجود انھوں نے منصور بن المعتمر کو اپنے اس جُزء میں کہ جس کا موضوع ہے، ان روایات کا جمع کرنا جن میں مسلسل چھ تابعین کی روایت ایک دوسرے سے پائی جاتی ہے، تابعین میں شمار کیا ہے۔ البتہ

الحديث الذي رواه الترمذي والنسائي من
رواية منصور بن المعتمر عن هلال بن يساف
عن ربيع بن خيثم عن عمرو بن ميمون عن
عبد الرحمن بن أبي ليلى عن امرأة من الانصار
عن ابي ايوب مرفوعا قل هو الله احد ثلث
القرآن قال الخطيب منصور بن المعتمر له
ابن ابي ادنى قلت واثمالة رؤيت له فقطع
العصبة والسمع. وقد ذكره مسلم وابن
جبان وغيرهما في طبقة اتباع التابعين
ولما رآه من عدة في طبقة التابعين وقال
النسوي في شرح مسلم ليس بتابعي ولكنه من
اتباع التابعين. فقد عده الخطيب في التابعين
وان لم يعرف له مصححة لان ابي ادنى لم يفعل
قول في الكفاية من مصحح الصحابي على
ان المراد اللقي جمعاً بين كلاميه
والله اعلم.

ۛ

وہ حدیث ہے جس کو ترمذی اور نسائی نے بروایت منصور بن
المعتمر عن ہلال بن یساف عن ربيع بن خيثم عن
عبد الرحمن بن أبي ليلى عن امرأة من الانصار حضرت ابویوب
رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ قل هو الله احد
ثلث القرآن ہے۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد خطیب
کے الفاظ ہیں کہ منصور بن المعتمر ابن ابي ادنى ^{نقل} میں صحابی
کہا ہوں۔ منصور کو حضرت ابن ابي ادنى صحابی کی فقط روایت
حاصل تھی نہ کہ صحبت اور سماع۔ چنانچہ مسلم، ابن جبان اور
دوسرے لوگوں نے ان کو تبع تابعین ہی میں ذکر کیا ہے۔ اور میں
نہیں جانتا کہ ان کو کسی نے تابعین میں ذکر کیا ہے۔ اور نسوی
شرح مسلم میں کہتے ہیں کہ وہ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہی ہیں۔
(اب غور فرمائیے کہ اگرچہ ان کی صحبت حضرت ابن ابي ادنى
رضی اللہ عنہ سے معروف نہیں ہے اس کے باوجود خطیب
نے ان کو تابعین میں ذکر کیا ہے۔ لہذا خطیب نے کفایہ میں
جو یہ کہا ہے کہ من مصحح الصحابی تو اس کو اسی پر غور
کیا جائے گا کہ یہاں ان کے کلام میں صحبت سے مراد لقاء
ہے تاکہ ان کی دونوں باتوں میں تطبیق ہو جائے۔

بلکہ علامہ سخاوی نے تو اس بارے میں یہاں تک لکھا ہے کہ لفظ صحبت کے بارے میں لغت
اور عرف دونوں کا استعمال قریب قریب ایک ہی معنی میں ہوتا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:
فالعرف واللغة فيهما متقادبان لهذا
مع ان الخطيب عده منصور بن المعتمر
یاد رکھیے تابعیت کے باب میں عرف اور لغت دونوں ایک
دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات

فی التابعین مع کونہ لم یسمع من
 احد من الصحابة . لے
 کہیں میں ہے کہ خطیب نے منصور بن المعتمر کو تابعین میں شمار
 کیا ہے یا دہرہ دیگر انہوں نے کسی صحابی سے سماع نہیں کیا ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر خطیب کے قول کی یہ توجیہ نہ کی جائے بلکہ صحبت کو لقاء سے خاص کر کے
 اس کے عرفی معنی میں لیا جائے تو بھی ان کی رائے کی غلطی ظاہر ہے اور اسی وجہ سے ائمہ
 اصول حدیث نے خطیب کے اس قول کی تردید کی ہے۔

چنانچہ حافظ ابن صلاح کے یہ الفاظ سابق میں گزر چکے ہیں :

والاكتفاء في هذا بمجرد اللقاء و
 الرؤیة اقرب منه في الصحابی نظرًا
 الی مقتضى اللفظین فیہما .
 اور لقاء اور رؤیت کے لحاظ سے صحابی و تابعی کے الفاظ کے
 مقتضی پر غور کیا جائے تو یہ نسبت صحابی کے تابعی کے بارے
 میں مجرد لقاء و رؤیت پر اکتفاء کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اور حافظ زین الدین عراقی کی یہ تصریح بھی سابق میں گزر چکی ہے :

وفیر امور احدها ان تقدیرہ للمصنف
 کلام الخطیب فی حد التابعی علی کلام
 الحاکم وغیرہ وتصدیقہ بہ کلامہ مرہباً
 یوہم ترجیحہ علی القول الذی بعدہ
 ولیس كذلك بل الرابع الذی علیہ
 العمل قول الحاکم وغیرہ فی الاکتفاء بمجرد
 الرؤیة دون اشتراط الصحیة .
 یہاں چند امور قابل لحاظ ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ
 مصنف کا تابعی کی تعریف میں خطیب کے کلام کو حاکم وغیرہ کے
 کلام پر مقدم کرنا اور اس کے ذریعہ اپنے کلام کا آغاز کرنا یہ
 وہم بھی پیدا کر سکتا ہے کہ اس قول کو بعد والے قول پر ترجیح
 ہے حالانکہ واقعہ میں ایسا نہیں ہے بلکہ قول رابع جس پر
 عمل درآمد ہے وہ حاکم وغیرہ کا قول ہے کہ مجرد رؤیت کافی
 ہے اور صحبت کی شرط نہیں۔

اور علامہ سخاوی فتح المنیث میں فرماتے ہیں :

وکذا للخطیب ایضاً التابعی حدہ ان
 یصحب الصحابی ولکن الاول اصح وعلیہ
 کما قال المصنف عمل الاکثرین
 اور اسی طرح خطیب نے بھی تابعی کی یہ تعریف کی ہے کہ تابعی
 وہ ہے جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو لیکن پہلی تعریف
 زیادہ صحیح ہے اور جیسا کہ مصنف نے کہا ہے اسی پر اکثر حضرات

وقال شيخنا انه المختار .
کا حل ہے اور ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر) نے اسی کو مختار بتایا ہے۔

چوتھے یہ کہ علماء اصول حدیث کا حل بھی خطیب کے قول کے خلاف ہے۔
حافظ عراقی فرماتے ہیں :

وجله يدل عمل ائمة الحديث : مسلم بن الحجاج وابو حاتم بن حبان وابو عبد الله الحاكم وعبد الغني بن سعيد وغيرهم وقد ذكر مسلم بن الحجاج في كتاب الطبقات سليمان بن مهران الاعمش في طبقة التابعين و كذلك ذكر ابن حبان فيهم وقال انما اخرجناه في هذه الطبقة لان له لقاء و حفظاً، لم يسمع انس بن مالك وان لم يسمع له سماع المسند عن انس وقال علي بن المديني لم يسمع الاعمش من انس انما رآه سرية بمكة يعلل خلف المقام وكذلك عبد الغني بن سعيد الازدی الاعمش في التابعين في جزوه جمع فيه من روى من التابعين عن عمرو بن شعيب . وكذلك عد فيهم ايضا يحيى بن ابي كثير لكونه لقي انساً وقد قال ابو حاتم الرازي انك لم يدرك احد

اسی پر ائمہ حدیث میں سے مسلم بن الحجاج ، ابی حاتم بن حبان ، ابی عبد اللہ الحاکم ، عبد الغنی بن سعید وغیرہ کا حل دلالت کرتا ہے چنانچہ مسلم بن الحجاج نے کتاب الطبقات میں سلیمان بن حر بن اعمش کو تابعین میں شمار کیا ہے اور اسی طرح ابن رجبان نے بھی تابعین ہی میں ان کو ذکر کیا ہے اور کہہ ہے کہ ہم نے تابعین میں ان کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان کی ملاقات اور حفظ ثابت ہے۔ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اگرچہ ان کا حضرت انس سے کسی حدیث مسند کو مستثبات نہیں ہے۔ اور علی بن المدینی کہتے ہیں کہ اعمش نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا انھوں نے صرف مکہ شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو مقام ابراہیم پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ۔۔۔۔۔ اسی طرح عبد الغنی بن سعید الازدی نے بھی اپنے جڑ میں جس میں انھوں نے ان تابعین کو جمع کیا ہے جنھوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے اعمش کو تابعین میں شمار کیا ہے ، اسی طرح یحییٰ بن ابی کثیر کو بھی تابعین میں ذکر کیا ہے اس لئے کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے حالانکہ ابو حاتم راوی کہے ہیں

من الصحابة ألا انس بن مالك فانه
 رواه رويته ولم يسمع منه كذا قال
 البخاري وابوزرعة.....

کہ بھی ابن ابی کثیر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے
 کسی صحابی کو نہیں پایا اور انھیں بھی صرف دیکھا ہے اس سے
 سماع نہیں کیا ہے۔ اور یہی بیان بخاری اور ابوزرہ کا بھی

وذكر عبد الغني بن سعيد ايضا جريرون
 حازم في التابعين لكونه رأى انسا. و
 قد روي عن جريرون انه قال مات انس
 ولي خمس سنين. وذكر عبد الغني بن
 سعيد ايضا موسى بن ابي عائشة في
 التابعين لكونه لقي عمرو بن حريث
 وقال الحاكم ابو عبد الله في علوم
 الحديث في النوع الرابع عشر هم
 طبقات خمسة عشر طبقة آخرهم من
 لقي انس بن مالك من اهل البصرة
 ومن لقي عبد الله بن ابي ادق من اهل
 الكوفة. ومن لقي السائب بن يزيد من
 اهل المدينة.

اسی طرح عبد الغنی بن سعید نے جریرون حازم کو بھی تابعین
 میں شمار کیا ہے اس نے کہا انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ
 کو دیکھا ہے۔ جریرون سے یہ روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے یہاں
 کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت میری
 عمر پانچ سال تھی۔ عبد الغنی بن سعید نے اسی طرح موسیٰ
 بن ابی عائشہ کو بھی تابعین میں ذکر کیا ہے اس لیے کہ
 انھوں نے عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی۔
 اور حاکم ابو عبد اللہ نے علوم حدیث کی چودھویں نوع میں کہا
 ہے کہ تابعین کے پندرہ طبقے ہیں ان میں آخری طبقہ اہل
 بصرہ میں سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے حضرت انس سے
 ملاقات کی تھی۔ اور اہل کوفہ میں سے ان لوگوں کا ہے جنھوں
 نے حضرت عبد اللہ بن اودق سے ملاقات کی تھی اور اہل
 مدینہ میں سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے سائب بن یزید سے
 ملاقات کی تھی (الی آخر کلام)

(الی آخر کلام)

فقہ کلام هؤلاء الائمة الاكتفاء في التابى بمجوز
 روایت الصحابی ولقیہ دون اشتراط الصحبة
 ۹۔ حدیث کے نزدیک تابعی ہونے کے لئے صرف کسی صحابی کا دیکھنا کافی ہے

تابعیت کے باب میں ان ائمہ کی تصریحات میں صحابی کی
 روایت اور اس کے تقابلاً کفایاً کی صحت کی شرط نہیں ہے۔

ان تمام تصریحات منقولہ بالا سے معلوم ہوا کہ مجہول ائمہ اصول حدیث اور عام حدیث میں

ثبوت کیلئے صرف صحابی کی روایت کو کافی سمجھتے ہیں۔

چنانچہ مولانا عبدالحی کھنوی اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ میں فرماتے

ہیں :-

ثم اعلم ان جمهور علماء أصول الحديث
على ان الرجل بمجرد اللقي والرواية
للعصبي يصير تابعيا ولا يشترط ان يصحب
مدة ولا ان ينقل عنه رواية بخلاف
العصابي فان بعض الفقهاء شرطوا في
كونه صحابيا طول العصبية او المرافقة
في النزوة او الموافقة في الرواية. ۱۰

پھر واضح رہے کہ مجہور علماء اصول حدیث
کہ مجرد لقاء اور روایت صحابی سے تابعیت کا شرف حاصل
ہو جاتا ہے اور تابعی ہونے کے لیے نہ صحابی کی صحبت میں
کچھ مدت کے لیے رہنا شرط ہے اور نہ اس سے کسی روایت کا
نقل کرنا۔ برخلاف صحابی کے کہ بعض فقہاء نے صحابی ہونے
کے لیے طول صحبت یا کسی غزوہ میں رفاقت یا روایت میں
موافقت کو شرط قرار دیا ہے۔

ہمارے خیال میں تابعی کی تعریف کے متعلق اتنی بحث کافی ہے۔ آئیے اب اس امر
کا جائزہ لیں کہ اصول حدیث کے اس متعینہ فیصلہ کی روشنی میں اور تابعی کی اس مسئلہ تعریف
کے مطابق آیا امام ابو حنیفہ شرف تابعیت کے حامل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟
اس بحث کو طے کرنے کے سلسلے میں حسب ذیل امور غور طلب ہیں :-

۱۰۔ امام صاحب نے کتنے صحابہ کا زمانہ پایا

اول یہ کہ امام اعظم نے صحابہ کا زمانہ پایا یا نہیں؟ دوم یہ کہ انہوں نے کسی صحابی کو دیکھا یا
نہیں؟ اور سوم یہ کہ ان کی کسی صحابی سے روایت ثابت ہے یا نہیں؟
۱۔ امام اعظم نے صحابہ کا زمانہ پایا یا نہیں، اس کو معلوم کرنے کے لیے سب سے پہلے
ان کی تاریخ پیدائش پر نظر ڈالنی چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی پیدائش کے وقت صحابہ
اس دنیا میں موجود تھے یا نہیں؟

امام صاحب کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے۔ بیشتر حضرات نے جن میں
علامہ خطیب بغدادی، حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ شامل ہیں، آپ کا سنہ پیدائش ۶۰۰ ہجری

لیکن بعض حضرات نے سنہ ۱۰۰۰ اور سنہ ۱۰۰۱ بھی بیان کیا ہے۔ علامہ محمد زاہد الکوثری کی رائے میں سنہ ۱۰۰۰ کی روایت کو ترجیح ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی کتاب تانیب الخطیب میں اس پر بہت سے دلائل و شواہد دیئے ہیں۔

یہ وہ زمانہ ہے جب بہت سے صحابہ کرام اس دنیا میں تشریف فرما تھے متعدد علماء نے ایسے تمام صحابہ کو نام بنام گنایا ہے جو اس وقت بقید حیات تھے۔

چنانچہ علامہ محدث مخدوم محمد ہاشم سندھی "اتحاف الاکابر" میں فرماتے ہیں :

فمن الصحابة الذين ادركهم ابو حنيفة	چنانچہ ان صحابہ میں سے جن کو امام ابو حنیفہ نے پایا، یہ ہیں :
الکوفي رحمه الله تعالى، عبد الله بن ابي اوفى	حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ
رضي الله تعالى عنه ومنهم انس بن	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
مالك الانصاري خادوم النبي صلى الله عليه وسلم	کے خادم
ورضي عنه ومنهم عمرو بن حويث	حضرت عمرو بن حویث رضی اللہ عنہ
رضي الله تعالى عنه ومنهم عبد الله	حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ ..
بن الحارث بن جزء الزبیدی رضي الله تعالى حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ
عنه ومنهم عبد الله بن انيس رضي حضرت واہل بن الاسقع رضی اللہ عنہ
الله تعالى عنه ومنهم واثلة بن حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ
الاسقع رضي الله تعالى عنه ومنهم حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ
سهل بن سعد الساعدي رضي الله تعالى عنه ومنهم السائب بن خلاد بن سويد
..... ومنهم السائب بن خلاد بن سويد ومنهم محمود بن الربیع بن سراقہ
..... ومنهم محمود بن الربيع بن سراقه ومنهم محمود بن لبید بن عقبہ
..... ومنهم محمود بن لبيد بن عقبه

۱۔ اتحاف الاکابر کا قلمی نسخہ مولانا پیر ہاشم جان سرہندی کے کتب خانے واقع ٹنڈو سائیندا میں موجود ہے۔ ہم نے یہ عبارت اتعلیق الترمذی علی مقدمہ کتاب التعلیم صفحہ ۳۰ تا صفحہ ۳۲ سے نقل کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر المازنی رضی اللہ عنہ	ہیں سافح ومنہم عبداللہ بن عمر
حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ	المازنی ومنہم ابو امامۃ الباہلی
حضرت ابی بکر بن محمد بن قتیبہ بن سعید بن مسعود رضی اللہ عنہ ومنہم ابی بکر بن محمد بن سعید بن قتیبہ
حضرت یزید بن زیاد بن مالک باہلی ابو سعید رضی اللہ عنہ	الاسدی ومنہم الہرماس بن
حضرت مقدم بن سعد یکرہ الکندی	مزیاد بن مالک الباہلی ابو سعید
رضی اللہ عنہ ومنہم المقدم بن سعد یکرہ الکندی
حضرت عتبہ بن عبد السلی رضی اللہ عنہ ومنہم عتبہ بن عبد السلی
حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ومنہم یوسف بن عبد اللہ
حضرت ابو الخلیل مامریں واثلہ الیشی رضی اللہ عنہ ...	بن سلام ومنہم ابو الخلیل مامریں
..... حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ	بن واثلہ الیشی ومنہم سائب
..... حضرت عطاء بن عطاء بن خالد رضی اللہ عنہ	بن یزید ومنہم العلاء بن یزید
..... حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ	العطاء بن خالد ومنہم عکراش
بن حرقوم التمیمی رضی اللہ عنہ	بن ذویب بن حرقوم التمیمی
میں (مقدم) کہتا ہوں۔ یہ وہ حضرات صحابہ ہیں جن کا امام	قلت . فہؤلاء قد ادرک ابو حنیفۃ
ابو حنیفہ نے زمانہ پایا۔ اور یہ جیسا کہ تمہیں معلوم ہوا اکیس حضرات	منہم من الصحابۃ وہم احد وعشرون
ہیں۔ اور اگر مزید جستجو کی جاتی تو ان شاء اللہ اس میں کچھ اور	کما عرفت . ولو تتبع لثراد علیہم شیئ ان
افغانہ ہر جائے۔	شام اللہ تعالیٰ . (انتہی مختصراً)

یہ ان صحابہ کے اسماء گرامی ہیں جن کا امام صاحبؒ نے زمانہ پایا۔ اور اگرچہ ان میں سے بعض کے سنہ وفات میں اختلاف ہے لیکن بجز حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ کے کوئی بھی ایسا صحابی اس فہرست میں مذکور نہیں ہے جس کی وفات شہدہ کے قبل ہوئی ہو۔ البتہ ایک روایت میں صرف حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کا سنہ وفات شہدہ ذکر کیا گیا ہے۔ ناظرین کی آسانی کے لیے مخدوم محمد ہاشم صاحب کی تفصیلات کو ہم ذیل کے جدول میں پیش کرتے ہیں۔

نام صحابی	سند وفات	جہاں وفات پائی
حضرت عبداللہ بن ابی لوفی رضی اللہ عنہ	۸۸۶ یا ۸۸۷ھ	کوفہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۹۱۳ یا ۹۱۴ھ	بصرہ
حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ	۸۸۷ یا ۸۸۸ھ	کوفہ
حضرت عبداللہ بن الحارث بن بکر رضی اللہ عنہ	۸۸۷ یا ۸۸۸ یا ۸۸۹ھ	مصر
حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ		
حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ	۸۸۳ یا ۸۸۵ھ	دمشق
حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ	۸۸۷ یا اس کے بعد	مدینہ
حضرت سائب بن خلاد بن سویہ رضی اللہ عنہ	۸۸۷ھ	
حضرت محمود بن الزبج بن سراقہ رضی اللہ عنہ	۸۹۹ھ	مدینہ میں مقیم تھے
حضرت محمود بن لبید بن عقبہ رضی اللہ عنہ	۸۹۹ھ	مدینہ میں مقیم تھے
حضرت عبداللہ بن بسر المازنی رضی اللہ عنہ	۸۸۷ یا ۸۸۸ھ	شام یا حمص
حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ	۸۸۷ یا ۸۸۸ھ	حمص
حضرت والعبید بن عتبہ رضی اللہ عنہ	۸۹۰ھ	رقہ
حضرت ہرماس بن زیاد رضی اللہ عنہ	۸۸۷ کے بعد وفات پائی	یامہ
حضرت المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ	۸۸۷ یا ۸۸۸ھ	شام
حضرت عتبہ بن عبدالمسلمی رضی اللہ عنہ	ولید بن عبدالمکک کے زمانے میں وفات پائی۔ یہ وہی ہے کہ ولید کی خلافت ۸۸۷ھ سے شروع ہوئی ہے۔	
حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ ان کی خلافت ۸۸۷ھ سے شروع ہوئی ہے۔	
حضرت ابو الطغیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ	۸۸۷ یا ۸۸۸ یا ۸۸۹ھ	مکہ یا کوفہ
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ	۸۸۷ یا ۸۸۸ یا ۸۸۹ھ	مدینہ
حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ	یزید بن ابیہلب کے خروج کے وقت تک زندہ تھے۔	خیبر (پنجاب)
حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ	خیبر کے زمانے میں زندہ تھے۔	خیبر (پنجاب)

۱۰۰ حافظ جہاں نے تصریح کی ہے کہ ان کی وفات ۸۸۷ھ میں ہوئی ہے۔

۱۱۔ اہل صاحب کی کن کن صحابہ ملاقات ہوئی

حضرت امام صاحبؒ کے سنہ پیدائش اور ان صحابہ کے سینوں وقت پر نظر ڈالنے سے واضح طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ امام صاحبؒ کی ان صحابہ سے ملاقات میں ممکن ہے یہ تمام بات تحقیق طلب ہے کہ کیا امام صاحبؒ کی ان حضرات سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں؟ بحث کے دو پہلو ہیں ایک عقلی، دوسرا نقلی۔ عقلی طور پر تو یہ بات بڑی عجیب سی نظر آتی ہے کہ اتنے صحابہ کے ہوتے ہوئے بھی امام صاحبؒ ان کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے ہوں اور اس عظیم شرف سے محروم رہے ہوں جب کہ آپ کے خاندان والوں کا یہ دستور بھی تھا کہ بچوں کو صحابہ کی خدمت میں لے جایا کرتے تھے اور ان کے لئے دعا کرتے تھے چنانچہ آپ کے والد "ثابت" بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے اور آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے فرض کیجئے بچپن میں آپ کو کسی صحابی کی خدمت میں پیش نہیں کیا گیا لیکن بعض صحابہ تو آپ کے سن رشد کو پہنچنے تک زندہ رہے ہیں اور حضرت ابوالطفیل عامر بن وائل کا انتقال تو مسلمہ میں یا اس کے بعد ہوا ہے۔ اس صورت میں تو یہ بات اور زیادہ عجیب نظر آتی ہے کہ امام اعظمؒ بیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد بھی صحابہ سے شرف ملاقات کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر رہے ہوں۔

شاید کسی کو یہ خیال آئے کہ امام صاحبؒ چونکہ کوفہ میں رہائش پذیر تھے اور یہ حضرات دور دراز علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے اس لئے ملاقات نہ ہو سکی ہو لیکن یہ بات بھی درست نہیں ہے اس لیے کہ بعض صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ خود کوفہ ہی میں رہائش پذیر تھے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے لیے حج کا موقع ایک ایسے اجتماع کا موقع ہے جہاں دنیا کے گوشے گوشے سے ہر سال ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں اور خاص طور پر اس دور میں توجہ کی طرف خصوصی توجہ کی جاتی تھی اور لوگ اس نعمت سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ بڑے بڑے فقہاء اور محدثین کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ حج کیے ہیں، خود امام صاحبؒ کے متعلق صاحب در مختار نے لکھا ہے کہ آپ نے پچہن حج ادا فرمائے ہیں۔ حضرت امام اعظمؒ کی کل عمر حسب قول مشہور ستر سال تھی،

اس لیے ظاہر ہے کہ بیس سال کی عمر تک آپ نے کم از کم پانچ حج ضرور ادا فرمائے ہوں گے۔ اور یہ بات تو سراسر عجیب از عقل ہے کہ آپ حج کے دوران صحابہ کی زیارت سے غرض نہ ہو بلکہ بالخصوص جبکہ صحابہ خصوصی مجالس بھی منعقد کرتے تھے اور اس میں احادیث بھی بیان کرتے تھے۔ یہ بحث تو عقل اور امکانی حیثیت سے تھی۔

۱۲۔ [اثر نقل کے بیانات]

اب نقل و روایت کی بنیاد پر امام اعظمؒ کی تابعیت کو دیکھیے۔ اس بحث کے طے کرنے کا حق سب سے زیادہ محدثین و مؤرخین کو ہے۔ تمام تراجم و رجال کی کتابیں امام صاحب کی تابعیت کے اثبات پر متفق ہیں۔ اور اس سلسلہ میں ان کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہے تو صرف اس امر میں ہے کہ آیا آپ نے اصحاب ابنی علیؑ علیہ وسلم سے روایت کی ہے یا نہیں؟ چنانچہ علامہ ابن البزازیؒ نے اپنی کتاب "مناقب الامام الاعظم" میں فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقَ السَّحَدَتُونَ عَلَى اربعَةٍ مِنْ
اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
كانوا على عهدِهِ في الاحياء، وان تنازعوا
في روايته عنهم. ۱۳

محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں
چار اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقید حیات موجود تھے۔
مگر یہ محدثین نے ان سے امام ابوحنیفہؒ کی روایت کے بارے میں
اختلاف کیا ہے۔

علامہ احمد بن المصطفیٰ المروزیؒ بطاش کبریٰ زادہ اپنی کتاب "مفتاح السعادة" میں
فرماتے ہیں:

ومن جهات شرفه انه ليس بين الائمة
تابعي غيره وقد ذكر ابن الصلاح ابن الامام
مالك من تبع التابعين واما ابوحنيفة فقد
اتفق السحَدَتُونَ عَلَى ان اربعة من الصحابة
كانوا على عهد الامام في الحياة وان تنازعوا
في روايته عنهم. ۱۴

من بعد فضائل امام ابوحنیفہ ایک یہ بھی ہے کہ اثر تبیین میں۔
آپ کے علاوہ کوئی تابعی نہیں ہے۔ ابن الصلاح نے کہا کہ
کوئی تبع تابعی ہی میں شمار کیا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ سرفراز
اس پر متفق ہیں کہ امام صاحب کے زمانہ میں چار صحابہ بقید حیات
موجود تھے۔ اگرچہ صحابہ سے امام صاحب کی روایت کے بارے میں
اختلاف ہے۔

اسی طرح ملا علی قاری موطا امام محمد کی شرح میں رقمطراز ہیں :

ابو ابراہیم حنیفہ تابعی بلا خلاف کما بیئتہ : امام ابو حنیفہ بغیر کسی اختلاف کے تابعی ہیں۔ جیسا کہ میں نے
فی سند الانام فی شرح مسند الامام : اتہی : مسند الانام فی شرح مسند الامام میں بیان کیا ہے۔

مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ امام ابو حنیفہ کی تابعیت پر علماء حدیث
متفق ہیں۔ چنانچہ ان کے اقوال اس سلسلے میں حسب ذیل ہیں :-

حافظ محمد بن سعد طبقات میں فرماتے ہیں :-

حدثنا الموفق سيف بن جابر قاضي لسط : ہم سے موفق سيف بن جابر قاضي واسط نے بیان کر میں نے
قال سمعت ابا حنيفة يقول قدم انس : ابو حنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنایا کہ حضرت انس بن مالک کوفہ
بن مالك الكوفة و نزل النخع و كان : میں آئے اور جو النخع میں اترے۔ وہ سرخ خضاب لگاتے
يغضب بالحمره . وقد رأيت مراراً : تھے اور میں نے انہیں متعدد مرتبہ دیکھا ہے۔

حافظ دارقطنی شافعی فرماتے ہیں :

لدليل ابا حنيفة احدا من الصحابة : امام ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی البتہ انہوں نے
اندرای اکتا بعيتہ ولدعيم منه . حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر
ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

حافظ خلیل بغدادی "تاریخ بغداد" میں فرماتے ہیں :

مرای ابو حنيفة انس بن مالك . امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

حافظ سمعانی کتاب الانساب میں فرماتے ہیں :

ابو حنيفة النعمان بن ثابت بن النعمان بن : امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان نے حضرت
المرزبان مرای انس بن مالك . انس بن مالک کو دیکھا ہے۔

۱۳۵ھ
۱۵۰ جلد ۱۳ صفحہ ۳۲۴ ۱۵۱ باب الرائی صفحہ ۲۴۶ طبع لندن
۱۵۱ جلد ۱۳ صفحہ ۳۲۴ ۱۵۱ باب الرائی صفحہ ۲۴۶ طبع لندن
۱۵۱ جلد ۱۳ صفحہ ۳۲۴ ۱۵۱ باب الرائی صفحہ ۲۴۶ طبع لندن

حافظ ابن عبد البر مالکی "کتاب الکنی" میں فرماتے ہیں :

ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی الثقفی امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی ثقیف صاحب الزہدی قبل اندر سہای انس بن مالک کے متعلق کہا گیا ہے کہ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایات جمع کیں۔
 وسمع من عبد اللہ بن الحارث بن جسر کہ روایات جمع کیں اور عبد اللہ بن الحارث بن جسر سے سماع کیا
 فیعد بذلت من التابعین . لہذا اس بناء پر وہ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔
 اور حافظ ذہبی کی متعدد تصنیفات میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں :

سہای انس بن مالک غیر مرقۃ لما قدم امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب کہ
 علیہم الکوفة . رواہ ابن سعد عن وہ کوفہ میں آئے متعدد بار دیکھا ہے۔ اس بات کو ابن سعد نے
 سیف بن جابر اندر مع ابی حنیفۃ سیف بن جابر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے امام ابو حنیفہ
 یقول . کہہ کئے ہوئے سنا۔

اور مناقب الامام ابی حنیفہ میں فرماتے ہیں :

وکان من التابعین لہم ان شاء اللہ باہلاً امام ابو حنیفہ انشاء اللہ تابعین باحسان میں ہیں۔ اس لیے
 خاتم مع انشاء سہای انس بن مالک اذ کہ بات صحیح ہے کہ انھوں نے حضرت انس بن مالک کو جب کہ
 قدمہا انس رضی اللہ عنہ . کوفہ میں آئے دیکھا ہے۔

اور العبر فی اخبار کثیر غیر میں رقمطراز ہیں :

سہای انشاء . امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

اور حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں :

احد لائمة الاربعۃ اصحاب المذہب ابن چار اماموں میں سے ایک ہیں کہ جن کے مذاہب کی اتباع

لہ التلیقات علی ذب ذہبات الدراسات جلد دوم صفحہ ۲۲۳ کتاب الکنی کا تعلق نسخہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا

سہارنپوری مدظلہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ جلد ۱ صفحہ ۱۵۸

میں مناقب ابی حنیفہ، صاحب صفحہ طبع مصر کے صفحہ ۲۱۴ سے ترجمہ ابو حنیفہ، بذیل واقعات مشاہیر

المتبوعۃ وهو اقدمهم وفاة لاشعور
عصر الصحابة وراى انس بن مالك،
قيل وغيره وذكر بعضهم انه روى
عن سبعة من الصحابة . فاشهد
اعلم .

کی جتنی ہے، امد وہ وفات کے اعتبار سے ان سب سے مقدم
ہیں اس لیے کہ انہوں نے صحابہ کا زمانہ پایا ہے۔ اور حضرت
انس بن مالک کو دیکھا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے
ان کے علاوہ اور صحابہ کو بھی دیکھا ہے اور بعض نے یہ بیان
کیا ہے کہ انہوں نے سات صحابہ سے روایت بھی کی ہے۔

(قاضی اعظم)

حافظ زین الدین عراقی نے مقدمہ ابن صلاح کی شرح التقييد والايفاض میں ان تابعین
کو شمار کرتے ہوئے جنہوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے الاہم بالکلام بھی تصریحیت سے
ذکر کیا ہے۔ چنانچہ تابعی کی تصحیح نامی سے روایت کی بحث میں فرماتے ہیں،

الامور الثالث انه قد روى عنه جماعة
كثيرون من التابعين غير هؤلاء، ولم يذكرهم
عبد الغنى وهم ثابت بن عجلان و
حسان بن عطية ومبلاش بن عبد الرحمن بن
سليط الطائى وعبد الملك بن عبد العزيز بن عيسى
والعلاء بن الحرث الشامي ومحمد بن الحسن بن يارو
محمد بن بحداد ومحمد بن عجلان ابو حنيفة النعمان
بن ثابت . ۱۷

تیسری بات ہے کہ ان لوگوں کے علاوہ تابعین کی ایک امد
بڑی جماعت نے بھی عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے جن کو
عبد الغنی بن سعید نے ذکر نہیں کیا ہے۔ ان میں ثابت بن
حسان، حسان بن عطیہ، عبد الرحمن بن عبد الرحمن بن سلیط الطائی،
عبد الملک بن عبد العزیز بن عیسیٰ، علاء بن الحرث الشامی، محمد
بن حلق بن یسار، محمد بن بحداد، محمد بن عجلان اور ابو حنیفہ
انہیں میں ثابت شامل ہیں۔

۱۳۔ ثبوت تابعیت کے باب میں حافظ
ولی الدین عراقی کا فتویٰ

حافظ زین الدین عراقی کے صاحبزادے حافظ ولی الدین عراقی کا فتویٰ بھی اس کی تائید میں
موجود ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین السیوطی تبیین الصیغہ میں ناقل ہیں :
وقفت على فتيا رقت الى الشيخ ولي
في اس فتوى پر مطلع ہوا جو شیخ ولی الدین عراقی کی خدمت

میں پیش کیا گیا تھا۔ جس میں یہ سوال تھا کہ کیا ابو حنیفہؒ نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی سے روایت کی ہے
اور کیا وہ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں یا نہیں؟ تو انھوں
نے ان الفاظ میں جواب دیا۔ امام ابو حنیفہؒ کی کسی صحابی سے
روایت صحیح نہیں ہے، البتہ انھوں نے حضرت انس بن
مالکؓ کو دیکھا ہے۔ لہذا جو حضرات تابعیت میں مجرّد مذکور
صحابی کو کافی سمجھتے ہیں وہ انھیں تابعی ہی قرار دیں گے،
جو اس امر کو کافی نہیں سمجھتے وہ انھیں تابعی نہ شمار کریں گے

حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں امام ابو حنیفہؒ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں :
امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور
عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے۔

للدين العراقي صورتها هل روى ابو
حنيفة عن احد من اصحاب النبي
صلى الله عليه وسلم وهل يعد هوف
التابعين ام لا؟ فاجاب بمانصه الامام
ابو حنيفة لا يصح له رواية عن احد من
الصحابه وقد رأى انس بن مالك فمع
يكفي في التابى بمجرد رؤية الصحابي يجعله
تابعيا ومن لا يكفي بذلك لا يعدّه تابعيا.

مرأى أنس بن روى عن عطاء بن ابی
رباح .

۱۳۷۔ حافظ ابن حجر کا تفصیلی فتویٰ

نیز اسی سلسلہ میں حافظ ابن حجر کا تفصیلی فتویٰ بھی موجود ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین السیوطی
تبیین الضعیفہ میں فرماتے ہیں :

امام ابو حنیفہؒ کی تابعیت کا سوال حافظ ابن حجر کے سامنے
اٹھایا یا تو انھوں نے مندرجہ ذیل جواب دیا۔ امام ابو حنیفہؒ
نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا ہے۔ اس لیے کہ آپ کی
کوئی شجرہ میں ولادت ہوئی ہے اور اس وقت وہاں
صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی ادنیٰ موجود تھے۔ اس
لیے کہ بالاتفاق ان کی وفات شجرہ کے بعد ہوئی ہے اور
ان دنوں بصرہ میں انس بن مالکؓ موجود تھے اس لیے کہ
ان کی وفات شجرہ میں یا اس کے بعد ہوئی ہے۔ اور
ابن سعد نے ایسی سند سے جس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

ورفع هذا السؤال الى الم حافظ ابن حجر
فاجاب بمانصه ادرك الامام ابو حنيفة
جماعة من الصحابة لانه ولد ببلدة
سنة ثمانين من الهجرة وبها يومئذ
من الصحابة عبد الله بن ابی ادنی فانه
مات بعد ذلك بالاتفاق وبالبصرة
يومئذ انس بن مالك ومات سنة تسعين
او بعدها وقد اورد ابن سعد بسند لا
باس به ان ابا حنيفة رأى أنس

كان غير هذين في الصحابة بعدة
من البلاد احياء وقد جمع بعضهم
جزءا فيما ورد من رواية
ابن حنيفة عن الصحابة لكن
لا يخلو اسناده من
ضعف.

والمتقدم على ادراك ما تقدم وعلى
سفيته لبعض الصحابة ما اورد ابن
سعد في الطبقات فهو بهذا الاعتبار
من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك
من ائمة الامصار المعاصرين له
كالاذاعي بالشام والحدادين باليمن
والشوري بالكوفة ومالك باليمن
ومسلم بن خالد الزنجي بمكة
واليث بن سعد بمصر. والله
اعلم.

هذا آخر ما ذكره الحافظ ابن حجر

بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے
تیراں دونوں حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہؓ
مختلف شہروں میں قید حیات موجود تھے۔ اور بعض علماء نے
امام ابو حنیفہؒ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث کے بارے
میں مختلف جو جمع کئے ہیں لیکن ان کی اسناد ضعف سے
قالبی نہیں ہیں۔

امام صاحبؒ کے اور اک صحابہ کے باب میں قابل اعتماد امر ہے
جو گزر چکا اور بعض صحابہ کی روایت کے بارے میں قابل اعتماد
وہ روایت ہے جس کو ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے لہذا ان
اعمال سے امام ابو حنیفہؒ تابعین کے طبقہ میں سے ہیں اور یہ مرتبہ دوسرے
شہروں میں بسنے والے آپ کے ہم عصرانہ میں سے کسی ایک
کو بھی حاصل نہ ہو سکا۔ جیسے امام اوزاعی کو جو شام میں تھے
اور حدادین (امام حادین سلمہ اور امام حادین زید) کو جو یمن
میں تھے۔ اور امام ثوری کو جو کوفہ میں تھے اور امام مالک کو جو
مدینہ میں تھے۔ اور امام مسلم بن خالد زنجی کو جو مکہ میں تھے۔
اور امام یث بن سعد کو جو مصر میں تھے۔ واللہ اعلم

حافظ ابن حجر کی عبارت یہاں ختم ہو جاتی ہے۔

اور حافظ ابن حجر مستقلانہ کے معاصر حافظ ابن الوزير الیہانی المتواضع والقوام میں فرماتے
ہیں :

لے منہ ۱۳۲ بر حافیہ ایضاً ابن

جہ التلیقات علی ذب ذیابات الدراسات صفحہ ۳۶۱ جلد ۲۔ وزیر یانی کی یہ کتاب چار ضخیم جلدوں میں
ہے اور اس کا قلمی نسخہ صاحب التلیقات کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے جس پر یمن کے بہت سے
اکابر علماء کی تحسیریں ہیں، جن میں امام شوکانی اور ان کے بیٹے احمد شوکانی کی تحریریں بھی شامل
ہیں۔

علامہ ابن حجر کی تحریرات الحسان میں امام ذہبی اور حافظ ابن حجر مستطانی کے مذکورہ بالا قول نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں :

وحینئذ فهو من اعيان التابعين الذين شملهم قوله تعالى
وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ يَدْخُلُونَ النَّارَ مَعَهُمْ وَهُمْ فِيهَا
لَعْنَةٌ جَدِيدٌ يُجْرَىٰ نَحْوَهُمُ الْاَخَرُ فَلَا يُفَارِقُونَ فَمَا اَبْدَا ذٰلِكَ غَوْراً
لہذا اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ ان
اعیان تابعین میں سے ہیں جو اس آیت
کریمہ کے تحت آتے ہیں واللہ اعلم بالصواب

۱۶۔ خطبہ وی پر بیجا تنقید

حضرت امام اعظمؒ کی تابعیت کے اثبات میں ہم نے جن غیر خفنی علماء کے اقوال نقل کیے ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن پر علم حدیث کا دار و مدار ہے اور جو بالاتفاق ائمہ نقل میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان حضرات کے اقوال خصوصیت سے اس لیے ذکر کیے گئے کہ مخالفین یہ کہہ کر امام صاحبؒ کی تابعیت کو رو نہ کر دیں کہ یہ علماء اہل نقل نہیں ہیں۔ کیونکہ علمائے دیکھا گیا ہے کہ جہاں کسی خفنی عالم سے کوئی بات نقل کی گئی تو فوراً یہ کہہ کر اس کی تردید کر دی جاتی ہے کہ یہ حضرات ائمہ نقل میں سے نہیں ہیں۔ چنانچہ سرآمد علمائے اہل حدیث میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے اپنی کتاب میار الحق میں امام صاحبؒ کی تابعیت کو تسلیم نہ کرنے کے لیے اسی بات کی آڑ لی ہے، اور علامہ طحاوی حنفی جیسے علیل القدر حضرات کے بارے میں اسی خیال کا اظہار فرمایا ہے۔ موصوف کے الفاظ

لَا كُنْ مَوَاقَاتِ اَنْتَ اَوْ عَبْدُ اللهِؐ كِي جَسْ پَر قَوْل طحاوی کا نقل کیا ہے وہ بھی حقیقت میں مجرد از شاہد و بیّنہ ہے اس لیے کہ طحاوی اور مثل اس کے ائمہ نقل سے نہیں ہیں اور قول ان کا ایسے دعاوی کو مثبت نہیں ہو سکتا جب تک کہ ائمہ نقل سے روایت متصل نہ ہو۔

طحاوی ومن مثله کا قول امام صاحبؒ کو تابعی نہیں کر سکتا جب تک کہ ائمہ نقل سے ثبوت نہ پہنچے۔

اس امر کے پیش نظر ہم نے ابن سعد، دارقطنی، خطیب بغدادی، ابن عبد البر، ذہبی، ابن کثیر، عراقی، ابن حجر وغیرہم کے اقوال نقل کیے ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کا خفیت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے بلکہ دارقطنی اور خطیب بغدادی کا احناف کے ساتھ جو طرز عمل ہے اس کے بیان کرنے کی

عاجت ہی نہیں ہے اس لیے بجا طور پر ان حضرات سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے امام صاحب کی تعریف میں مبالغہ نہیں کیا ہوگا۔ اور ان کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے غلط روایات بیان نہ کی ہوں گی۔

ایک بار پھر غور کر لیجیے ابن سعد، دارقطنی، ابن قلاب، خلیف بغدادی، سمعانی، ذہبی، ابن کثیر، عراقی، ابن حجر عسقلانی، وزیر الیانی، سخاوی، ان میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کا شمار اپنے عہد کے نامور حفاظ حدیث میں نہ ہو۔ پھر حافظ ابن سعد نے امام صاحب کی متعدد بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے کو پسند متقل نقل کیا ہے اور حافظ شمس الدین دہلی نے فائدہ صیح ذکر اس روایت کی تصحیح پر مہر تصدیق ثبت کی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بسند لا باس بد کہہ کر اس روایت پر سے ہر قسم کے اعتراض کو دفع کر دیا ہے۔

۱۷۔ میاں نذیر حسین کا امام صاحب کی تابعیت سے انکار

جیسا کہ ابتدا میں تحریر کیا جا چکا ہے، اردو میں امام صاحب کی تابعیت کی تردید سب سے زیادہ شد و مد سے حضرت میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے فرمائی ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں میاں الحق کے علاوہ ان کی اور کوئی قلیل ذکر کتاب نہیں مل سکی۔ تاہم یہ عجیب بات ہے کہ حسن البیان فی مافی السیرۃ النعمان جو مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النعمان کے جواب میں لکھی گئی ہے اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے نامور شاگرد مولانا عبدالعزیز محمدی کی تصنیف ہے، اس میں امام صاحب کی تابعیت کی بحث کو مسرت سے پھیرا ہی نہیں گیا۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مصنف حسن البیان اس سلسلے میں مولانا شبلی کے دلائل کا لورہا مان گئے، ورنہ جس مسئلہ پر استاذ نے اتنا زور قلم دکھایا ہے ان کی اقتاد طبع سے بعید تھا کہ وہ اس پر بغیر کلام کیے گزر جاتے۔

۱۸۔ میاں نذیر حسین صاحب کے پیش کردہ دلائل پر ایک نظر

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں جناب میاں صاحب کے بیان کردہ دلائل پر ایک نظر ڈال لی جائے اور ان کا جائزہ لے کر ان کی حیثیت واضح کر دی جائے۔

حضرت میاں صاحب نے تابعیت کے اثبات میں پیش کردہ روایات کو احادیث مسمومہ۔

۱۔ حسن البیان کا جواب مولانا عبدالحمید صاحب مفتی ریاست ٹونک راجپوتانہ نے فضائل النعمان کے نام سے لکھا ہے جو ۱۳۱۷ھ میں مطبع شاہجہانی آگرہ سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔

مسئلہ اور قصہ و اہیات قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ "اکثر ائمہ نقل امام صاحب کے تابعی ہونے کے قابل نہیں"۔ اپنے دعوے کے ثبوت میں حضرت میاں صاحب نے جن ائمہ نقل کے حوالے دیئے ہیں، وہ یہ حضرات ہیں :-

۱۔ شیخ محمد طاہر حنفی صاحب مجمع البحار ۲۔ ملا علی قاری

۳۔ علامہ محمد اکرم حنفی ۴۔ علامہ سخاوی

۵۔ علامہ ابن خلدون ۶۔ امام نووی

مگر تحقیق کا یہ نرا انداز اختیار کیا ہے کہ ہر مصنف کی وہ عبارت نقل کر دی جس کو اپنے دعا کے لیے مفید سمجھا اور جو عبارت اپنے دعا کے خلاف پائی اسے نظر انداز کر دیا۔ یہ بالکل وہی انداز ہے کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ کو لے لیا جائے اور دَاسْتَقْسَمُوا کہ کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ ناظرین کی ضیانت طبع کے لیے میاں صاحب کی اس تحقیق انیق کا نمونہ درج ذیل ہے :-

۱۔ فرماتے ہیں :

"یہ چاروں صحابی امام کے زمانہ میں موجود تھے لکن ملاقات امام صاحب کی ان میں سے کسی سے یا روایت کرنی ان سے نزدیک اکثر ائمہ نقل کے ثابت نہیں ہوتی چنانچہ شیخ ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار جن کی تحقیق سے فن حدیث و اخبار میں علماء خوب

۱۔ و ۲۔ میاں الحق صفحہ ۶

۳۔ مولانا عبدالحی لکھنوی قرنگی علی کی تحقیق کے مطابق یہ ابن طاہر نہیں بلکہ خود محمد طاہر ہیں۔ چنانچہ وہ اسی المشکور فی رد المذہب الماثر میں رقمطراز ہیں۔

آس میں تسمیہ میں غلطی ہو گئی۔ ابن طاہر نہیں خود وہ طاہر ہے اور وہی مصنف قانون الموضوعات و معنی و مجمع البحار ہے۔ شروع قانون میں خود لکھا ہے : اما بعد فيقول فقر عبد الله الغني محمد طاہر بن علی الهندی الفتی الخ۔ اور غلام علی آوار نے "سبحۃ المرجان فی بحار ہندوستان" میں اور عبد القادر عیدروس نے "النور السافر فی اخبار القرن العاشر" میں اور عبد القادر بدائی نے منتخب التاریخ میں بھی ان کا نام محمد طاہر لکھا۔ ان کتب کو ملاحظہ فرمائیے۔ اور میں نے ترجمہ ان کا

واقف میں، تذکرہ موضوعات میں فرماتے ہیں :

وكان في ايام ابي حنيفة اربعة من الصحابة انس بن مالك بالبصرة وعبد الله بن ابي اوفى بالكوفة وسهل بن سعد الساعدي بالمدرسة وابو طفيل عامر بن واثلثة بمكة ولم يلق واحدا منهم ولا اخذ عنه واصحابه يقولون انه لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم ولم يثبت ذلك عند اهل النقل وانتم كلامنا

ترجمہ بطریق اختصار کے۔ چاروں صحابی امام کے زمانے میں موجود تھے لکن ملاقات امام کی ان میں سے ایک سے بھی ثابت نہیں نزدیک ائمہ نقل کے۔ انتہی لے
بیشک یہ عبارت تذکرۃ الموضوعات میں جامع الاصول کے حوالے سے موجود ہے لیکن اسی منظر پر چند سطر پہلے یہ بھی مرقوم ہے :

قال الدارقطني لم يلق ابو حنيفة احدا من الصحابة انما رآى انساً بعينه ولم يسمع منه . ۵۲
دارقطنی نے کہا ہے کہ ابو حنیفہؒ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی ہے البتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بعینہم خود زیارت کی ہے لیکن ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

مزید لطف یہ ہے کہ خود جناب میاں نذیر حسین صاحب نے بھی ”معیار الحق“ میں آگے چل کر جہاں حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزد رضى اللہ عنہ کی روایت کے ثبوت پر کلام کیا ہے تذکرۃ الموضوعات کی وہ ساری عبارت جو ان کی روایت سے متعلق ہے تمام ہا نقل کر دی مگر دارقطنی کی

استیلاقات السنیہ علی الفوائد البہیہ فی تراجم الخلفیہ میں لکھا ہے۔ اُس کو بھی دیکھ لیجیے۔ (صفحہ ۴۲)
۲۲۔ طبع مطبع شریعت اسلام لکھنؤ ۱۳۳۳ھ

داخل رہے کہ اسی المشکور مولانا محمد بشیر سہرانی کی کتاب المذہب الماثور کا اردو ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اخبار الاخیار میں ان کا تذکرہ محمد طاہر ہی کے نام سے کیا ہے۔ اسی طرح نواب صدیق حسن خان نے بھی ایجہ العلوم میں ان کو محمد طاہر ہی لکھا ہے۔

۵۲۔ معیار الحق صفحہ ۵-۶

۵۲۔ تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۱۱۱ طبع میریہ مصر ۱۳۴۲ھ باب الاخذۃ الاربعۃ

اس تصریح کے ذکر سے گریز فرمایا۔ چنانچہ ہم تذکرۃ الموضوعات کی پوری عبارت ذیل میں درج کیے دیتے ہیں۔ ناظرین خود ملاحظہ فرمائیں :

فی الذیل حدثنی عبد اللہ بن احمد الشعمشی حدثنا اسمعیل بن محمد حدثنا احمد بن
العلت الحنفی حدثنا محمد بن سماعة عن ابی یوسف عن ابی حنیفة قال حجبت یم
ابی ولی ست عشرة سنة فمررتا بحلقه فاذا رجل فقلت من هذا قالوا عبد اللہ
ابن الحارث بن جند فمقدحت الیہ فسمعتہ يقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
يقول من تغد فی دین اللہ کفاه اللہ تعالیٰ حمداً ومزقاً من حیث لا یحسب -
فی المیزان هذا کذب - فابن جند مات بدعوى ولا بی حنیفة ستة سنين - والاف
من الحنفی - قال ابن عدی ما رأیت فی الکذب ابن اقل حمداً منه - قال الدارقطنی کان
یضع الحدیث ، وقع لنا هذا الحدیث من وجه آخر وهو باطل ایضاً واخرجہ ابن الجوزی
فی الواحیات - قال الدارقطنی لم یلق ابوحنیفة احداً من الصحابة انما رأی انسا
بعینہ ولم یسمع منه ؟

میاں صاحب نے یہ عبارت معیار الحق میں اخرجہ ابن الجوزی فی الواحیات تک نقل کر کے
کئے انتہی کہہ دیا ہے اور خط کشیدہ عبارت جو مدعی کے خلاف تھی حذف کر دی ہے اسلئے
یہی عبارت آگے چل کر حضرت میاں صاحب نے شیخ محمد طاہر مذکور کی دوسری کتاب
مجمع البحار سے بھی نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

أول شیخ ابن طاہر مجمع البحار میں فرماتے ہیں :

وابوحنیفة النعمان بن ثابت بن خدیج بن مہاشا الامام الکوفی مولیٰ یم اللہ بن
ثعلبة وهو من رھط حنزة التریات وكان خزازا یبغی الخز وکان جده من
اهل کابل ادباً بل مملوکاً لبنتی یم فاعتقہ وقال اسماعیل بن حنار بن
ابی حنیفة نحن من ابناء فارس من الاحرار ما وقع علینا روق ولد جدی سنة

ثانی و ذهبیہ الی عنی وهو صغیر فدخانہ بالبرکۃ فیہ وفی ذریتہ ومات ببغداد

سے واضح رہے کہ جمع البحار کا اصل مأخذ جامع الاصول ہے۔ جامع الاصول میں قاضی اسماعیل بن حلوین ابی حنیفہ کے جو الفاظ منقول ہیں وہ یہ ہیں :-

اسمعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن مرزبان
 ثابت بن النعمان بن المرزبان من ابناء
 فارس مولی الاحول و الله ما وقع علينا من قضا
 ولد جدی فی سنتہ ثانیین و ذهب ثابت
 الی علی بن ابی طالب وهو صغیر فدخانہ
 بالبرکۃ فیہ وفی ذریتہ و غن
 نرجوان یکون الله قد استجاب ذلک
 لعل فینا
 میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان
 ہوں ہم اہل فارس کے آزاد خاندان سے ہیں۔ خدا کی قسم ہم کبھی
 غلام نہیں رہے۔ میرے دادا (امام ابو حنیفہؒ) مشہور میں پیدا
 ہوئے اور (ان کے والد) ثابت صغریٰ میں حضرت علی کرم اللہ
 وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت علیؑ نے ان کے
 اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ ہمیں امید ہے
 کہ حق تعالیٰ شانہ نے ہمارے حق میں حضرت علیؑ کی دعا
 قبول فرمائی ہے۔

مقدمہ محمد طاہر پٹنی نے اس عبارت کی جب تجویز کی تو ذهب ثابت کی بجائے ذهب بہ نقل کیا۔ یہ بھی
 ہو سکتا ہے کہ ان کے اصل نسخہ منقول غلطی میں غلطی ہو۔ میاں صاحب کو یہاں سے نکتہ ہاتھ لگا بروصف
 کی طبع نازک پر یہ بھی گراں ہے کہ امام صاحب کو ازاد نسل سے شمار کیا جائے۔ ان کا بھی چاہتا ہے کہ جس طرح
 بھی ممکن ہو امام عالی مقام کی نسل پر غلامی کا داغ لگ جائے تو اچھا ہے۔ چنانچہ جمع البحار کی مذکورہ بالا عبارت
 نقل کرنے کے بعد میاں صاحب نے یہ نکتہ آخر میں فرمائی ہے۔

اقول نقل الشیخ مقولۃ اسمعیل بن حماد بن
 ابی حنیفۃ تعریف علیہ وتنبیہ علی
 کذبہ بناء علی التحقیق فانه مقولۃ متفقۃ
 علی حریتہ اصلہ والمحقق الرق کما
 صرح بہ الشیخ انفا والمحقق ابن حجر
 میں کہتا ہوں۔ شیخ ابن طاہر نے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ
 کا جو یہ قول نقل کیا ہے وہ بطور تعریف ہے تاکہ ان کے جھوٹ
 پر تنبیہ ہو اور تعریف میں بر تحقیق ہے۔ اسماعیل کا بیان اس امر
 پر متضمن ہے کہ وہ اپنے خاندان کے اعتبار سے آزاد
 تھے۔ حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ وہ غلام تھے جیسا کہ شیخ ابن طاہر
 (بقیہ حاشیہ بر منہج الشیخ)

سنة خمسين ومائة على الاصح وكان في ايامه اربعة من الصحابة انس بن مالك

اد شيه از سفر مرز شسته

في التقريب والامام النوى في التهذيب و
العلامة ابن خلكان في وفيات الاعيان
وغيرهم .

ومشتملة على ان الامام ابا حنيفة
جدا سمعيل ذهب به الى علي رضي الله
تعالى عنه فدها له بالبركة وهو خلاف
التحقيق عند هؤلاء الاربعة وغيرهم ،
من كافة المسلمين بل هو لم يقل به
احد من الجهاد فما ظنك بالعلماء ،
لان عليا مات قبل ولادة الامام بالربعين
سنة كما صرح به العسقلاني
في التقريب وغيرهم . فانهم .

لا يترحم ان مراد اسمعيل من
المجد الذي ذهب به الى علي يحتل
ان يكون جدا اعل لان اسمعيل
يعني بالجد المجد الذي مات ببغداد
سنة خمسين ومائة كما يدل عليه كلامه

ابن تهرتا کرچکی ہیں۔ اور اسی طرح حافظ ابن حجر نے تقریب
میں اور امام نووی نے تہذیب میں اور علامہ ابن خلكان نے
وفیات الاعیان میں اور دیگر علماء نے بھی تصریح کی ہے۔
نیز اسماعیل کا بیان اس امر پر مشتمل ہے کہ ان کے
والد امام ابو حنیفہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں نے
جایا گیا تھا اور حضرت علی نے ان ہی کے لیے برکت کی دعا کی
تھی۔ یہ بات نہ صرف مذکورہ چاروں علماء بلکہ تمام مسلمانوں کے
نزدیک خلاف تحقیق ہے بلکہ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی جاہل
بھی نہیں کہہ سکتا کہ ان کوئی عالم ایسی بات زبان سے نکالے
اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا امام صاحب کی ولادت
سے چالیس سال قبل انتقال ہو چکا ہے جیسا کہ مستطانی نے
تقریب میں اور دیگر علماء نے تصریح کی ہے۔ یہ بات اچھی طرح
سمجھ لینی چاہیے۔

کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ اسماعیل کی مراد ان جہد سے جن کو
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا جہد اعلیٰ
ہے۔ اسماعیل نے جہد سے اسی جہد کو مراد لیا جن کا انتقال نہ ہوا
میں بغداد میں ہوا ہے۔ چنانچہ ان کے کلام سے یہی پتہ چلتا ہے
(بقیہ حاشیہ بر مؤلف آئندہ)

عہ قاضی اسماعیل کا بیان علامہ محمد طاہر نے یاں صاحب جیسے خوش فہم حضرات کے مناظرہ کو رد کرنے ہی کیلئے
تعمد کیا تھا کہ اہل خاندان کی تصریح ہوتے تو مردوں کی باتوں کا کیا اعتبار۔ مگر یاں صاحب نے اس کو اٹل
سمجھا۔ اس کا کیا علاج ؟

ومعدائہ بن ابی ادقہ وسمل بن سعد وابو الطفیل ولعین احدانہم ولا

را حلیہ معززہ

وہولیس کتابا حنیفۃ۔ (سمیاد الحق مفرحہ) اور وہ ابو حنیفہؒ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

یہاں حضرت میاں صاحب کی جرأت کا یہ عالم ہے کہ وہ امام اعظمؒ کے پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کو کذب سے متہم کر رہے ہیں حالانکہ تاریخ و رجال کی کسی کتاب میں ان پر کذب کا اتہام نہیں لگایا گیا ہے ان پر جو جرح ہے وہ کذب یا سواد حق کی بنا پر نہیں بلکہ اختلاف عقیدہ کی بناء پر ہے۔ یہ تہمت میاں صاحب کی طرح زاد ہے۔

نیرۃ امام اعظمؒ قاضی اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کا یہ بیان تاریخ کی تمام کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے جس طرح ہم نے جامع الاموال کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اس کو بسند متصل قاضی اسماعیل سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب، امام نووی کی تہذیب الاسماء واللغات، علامہ ابن خلکان کی وفيات الاعیان تینوں کتابوں میں قاضی اسماعیل کا یہ بیان موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت ثابت امام صاحب کے والد محترم گئے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے خیر فرمائی تھی۔

تہذیب التہذیب تو بیشک میاں صاحب نے نہیں دیکھی مگر نووی کی تہذیب الاسماء اور ابن خلکان کی تاریخ تو ان کے پیش نظر ہے، تعجب ہے کہ تاریخ ابن خلکان اور تہذیب الاسماء کو پڑھ کر بھی میاں صاحب پر یہ بات واضح نہ ہو سکی کہ مجمع البحار میں نقل شدہ عبارت میں سہو ہو گیا اور ذہب ثابت کے بجائے ذہب لکھ دیا گیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ غلطی مجمع البحار کے مصنف کی نہ ہو بلکہ ناخ کی ہو۔ تقریب ابن حجر، تہذیب الاسماء نووی، تاریخ ابن خلکان ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی امام صاحب کی رقیبت کو محقق نہیں بتایا گیا۔ اور مجمع البحار کی عبارت تو ناظرین کے سامنے ہی ہے۔ البتہ ان کتابوں میں امام صاحب کے نسب کے بارے میں اختلاف مذکور ہے لیکن امام صاحب کے نسب کو خود امام صاحب اور ان کے اہل خاندان جتنا جانتے ہیں کوئی دوسرا کیا جانے۔ قاضی اسماعیل کا بیان نقل کیا جا چکا ہے، اب امام اعظم رحمہ اللہ کا بیان ملاحظہ ہو۔

قاضی وکیع محمد بن خلف بن حیان المرقنی مشہور کہتے ہیں :

اخذ عندہ . واصحابہ یقولون انہ لقی جماعۃ من الصحابة وروی عنہم ولا یثبت

ذات عند اهل النقل : (میارالحق صفحہ ۹)

یہ صحیح ہے کہ مجمع البحار میں یہ عبارت موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ دارقطنی کی مذکور بالا تصریح بھی موجود ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تذکرۃ الموضوعات میں اسی صفحہ پر یہ عبارت ہے اور مجمع البحار میں دوسرے مقام پر۔ چنانچہ مجمع البحار کی عبارت درج ذیل ہے :

روح ابی حنیفۃ قال حججت مع ابی
ولی ست عشرة سنة فمررتا بحلقۃ فید
عبد اللہ بن جزء فسمعتہ عند ح
من تغتفر فی دین اللہ کفاه اللہ ہمدہ
ومہذوقہ من حیث لا یحتسب“ ہو
کذب فابن جزء مات بمصر
ولابی حنیفۃ ستۃ سنین الذکر

امام ابو حنیفہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سولہ سال کی
عمر میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ ہمارا گزر ایک ایسے علقہ
پر ہوا جس میں حضرت عبداللہ بن جزء رضی اللہ عنہ تشریف فرما
تھے۔ میں نے ان سے یہ حدیث سنی کہ جس نے اللہ کے
دین میں تفرقہ پیدا کر لیا اللہ تمام غلوں کے مقابلہ میں اس کے لیے
کافی ہوگا اور اس کو اس طرح سے رزق دے گا کہ اس
کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا۔ یہ بات درست نہیں۔ اس لیے

روایت معزز گزشتہ

ابو عبد الرحمن المقرئ عبد اللہ بن یزید کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ
نے حجہ سے میری اصل کے بارے میں استفسار کیا۔ میں نے عرض
کیا میں خوزستان کا باشندہ ہوں۔ اس پر امام صاحب نے کہا تم عرب
کے کسی قبیلہ کی طرف کیوں مفسوب نہیں ہو جاتے۔ میں بھی اسی زمین
کا باشندہ ہوں۔ میں نے بکر بن وائل کے قبیلہ سے اپنا الحاق کر لیا
اور اس قوم کو کمر پایا۔

اخبرنی عبد اللہ بن عمر بن ابی سید قال حدثنی
ابوہم بن المنذر الخزاعی قال ابو عبد الرحمن المقرئ عبد
بن یزید قال لی ابو حنیفۃ من لنت بوقت من ماض
جرجستان قال فما علیک ان تقوالی بعض هذا العز
فانی کنت رجلاً من اهل الارض فانتفعت لی هذا
الحی من بکر بن وائل فوجدتهم قوم صدق . ۱۷

معلوم ہوا کہ امام صاحب کا تعلق بنو بکر بن وائل سے دلاء موالات کا تھا۔ یعنی ان سے دوستی کا عہد و پیمان تھا
غلامی کا تعلق نہ تھا۔ مولیٰ کے معنی لغت عرب میں سہیف کے بھی آتے ہیں۔ میاں صاحب ہی پر خوش ہیں کہ مولیٰ کے
معنی غلام کے ہیں۔

لم یلق ابو حنیفۃ احدا من
الصحابۃ انما رأى انسا
بعینہ ولم یسمع منه
وینتہ فی آخر الخاتمۃ
لہ

کہ ابن جریر رضی اللہ عنہ کا مصرع میں اس وقت انتقال ہوا ہے
جبکہ امام صاحب کی عمر چھ سال تھی۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ امام
ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی۔ البتہ انہوں نے
حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر
اس سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ پوری بحث خاتمہ کے آخر
میں آ رہی ہے۔

حدیث محمد طاہر پیشی تذکرۃ الموضوعات اور مجمع البحار دونوں کتابوں میں دارقطنی کا یہ قول
امام سیوطی کی مشہور کتاب ذیل اللالی المصنوعہ سے نقل کرتے ہیں۔ ذیل اللالی موصوفہ ہوا بطح علوی
لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔ ہم نے اصل کتاب سے مراجعت کی، اس کے صفحہ ۳۴ پر دارقطنی کی
یہ تصریح موجود ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ محدث محمد طاہر پیشی کی اس باب میں اپنی کوئی تحقیق نہیں ہے۔ وہ روایات
اور روایت دونوں کے بارے میں دوسروں سے ناقل ہیں۔ دارقطنی کا یہ قول کہ امام صاحب نے
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی، امام سیوطی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور یہ بات کہ صحابہ
سے ان کو حدیث کی روایت نہیں جامع الاصول سے نقل کر رہے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ امام
سیوطی اور صاحب جامع الاصول علامہ محمد ابن الاثیر دونوں ہی امام صاحب کی تابیت کے قائل
ہیں چنانچہ علامہ سیوطی نے تبیین الصیف فی مناقب الامام ابو حنیفہ میں ایک مستقل عنوان قائم کیا
ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

ذکر من اور ذکر من الصحابۃ رضی اللہ عنہم یعنی ان صحابہ کا ذکر جن کو امام ابو حنیفہ نے پایا ہے۔
اور اس عنوان کے تحت امام ابو حنیفہ عبد اللہ بن عبد الصمد طبری مقرر الشافعی کا وہ پورا بڑا نقل
کر دیا ہے جو صحابہ سے امام صاحب کی روایت کے اثبات پر مشتمل ہے اور پھر اسی عنوان کے تحت
امام صاحب کی تابیت کے ثبوت میں شیخ ولی الدین عراقی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے فتاویٰ

نقل کیے ہیں۔ ۱۷

اور حافظ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں الفرع الثاني فالتابعین کے زیر عنوان ہی امام صاحب کا ذکر کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ امام صاحب کی تابعت کا اثبات کرتے ہیں۔

اب ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ جب محدث عبدالحق لاثیر جزیری اور علامہ جلال الدین السیوطی خود امام صاحب کو تابعی مانتے ہیں تو علامہ محمد طاہر پٹنی کو ان کی تحقیق سے کس طرح انکار ہو سکتا ہے ؟

۲۔ ۳۔ ۴۔ میاں صاحب فرماتے ہیں :
 اور ملا علی قاری نے بیچ شرح شرح نخبہ الفکر کے لکھا ہے علامہ سخاوی صاحب مقاصد الحسنہ سے کہ قول مستند اور صحیح یہی ہے کہ امام ابو حنیفہ کو کسی صحابی سے روایت کرنی ثابت نہیں۔ اور ایسا ہی ذکر کیا علامہ محمد اکرم حنفی نے بیچ حاشیہ نخبہ الفکر کے علامہ سخاوی سے ۱۷

بلاشبہ یہ دونوں حوالے صحیح ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ علامہ سخاوی کے نزدیک قول مستند یہی ہے کہ امام صاحب کی روایت کسی صحابی سے ثابت نہیں۔ لیکن اس سے میاں صاحب کا اہل مدعا جو امام صاحب کے تابعی ہونے کی نفی ہے کب ثابت ہوا۔ محدث سخاوی کی جس کتاب سے ملا علی قاری اور علامہ محمد اکرم حنفی سند میں نے قول مذکور نقل کیا ہے اس میں خود امام صاحب کے تابعی ہونے کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ ہم سابق میں ان کے یہ الفاظ نقل کر چکے ہیں کہ

احد من عدم التابعین

یعنی امام ابو حنیفہ بھی ان حضرات میں سے ہیں جن کا شمار تابعین میں کیا جاتا ہے۔

اور جب علامہ سخاوی نے امام کے تابعی ہونے کی صاف الفاظ میں تصریح کر دی تو اب اس سے انکار کی کیا گنجائش رہی۔ پھر میاں صاحب کا یہ طرزِ عمل بھی خوب ہے کہ "عالی اور تازل" کی بحث میں تو انہوں نے ملا علی قاری حنفی اور علامہ محمد اکرم حنفی کی شہود شرح نخبہ کو ملاحظہ فرمایا لیکن ان دونوں حضرات نے تابعی کی بحث میں جو کچھ ارقام فرمایا ہے اس سے بالکل صرف نظر فرمایا،

حدیث علامی قاری تابعی کی تعریف پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

التابعی هو من لقی الصحابی خلا هو المختار قنا العراق وعليه عمل الاكثرون وقد اشار النبي صلى الله عليه وسلم الى الصحابي والتابعي بقوله "طوبى لمن سافر ولم يأت من رأى من سافر" فاكثف به مجرد الرواية قلت وبه يندرج الامام الاعظم في سلك التابعين فان قد رأى الشافعي وغيره من الصحابة على ما ذكره الشيخ العزري في اسناد رجال القراء والتوريشي في تحفة المسترشدين صاحب كشف الكشاف في سورة المؤمنين و صاحب مائة الجنان وغيرهم من العلماء للشيخ فنفى اند تابعي فاما من التبع القاصر لعل صاحب علامی قاری کی اس عبارت کو علامہ محمد اکرم سندھی نے بھی امان انظر میں نقل کر کے اس پر

لے امام عزری کی یہ کتاب جس کا نام غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ہے ۱۳۵۴ھ میں مصر کے مطبعۃ السلاۃ سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ اس میں امام ابو حنیفہؒ رحمہ اللہ کے ترجمہ میں صاف تصریح ہے سانی انس بن مالکؒ (جلد ۲ صفحہ ۳۴۲)

لے مراءۃ الجنان کی عبارت تو خود میان صاحب نے سہار الحق (صفحہ ۱۰) میں نقل فرمائی ہے جس میں امام صاحبؒ کے بارے میں سانی انسؒ کے الفاظ موجود ہیں، مگر پھر بھی امام صاحبؒ کو تابعی ماننے کے لیے کسی طرح بھی تیار نہیں۔

لے قاتر الخرج علی ان الاکثر فی التبع لیس بیدق صفحہ ۱۸ و ۱۹ طبع مطبعہ یوسفی کفر ۱۳۳۵ھ

ہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ چنانچہ فاضل مکتوبی مولانا عبدالحی اقبالؒ الخیر میں تحریر فرماتے ہیں،
 وقد قلده عند محمد اکرم بن عبد الرحمن ^{لہ} مد ظلی قاری سے اس بات کو عبد اکرم بن عبد الرحمن نے اُس
 فی اسان النظر فی توضیح غیبتہ الفکر والقرۃ۔ انظر فی ترویج نخبہ الشکرؒ میں نقل کر کے اس کو برقرار رکھا ہے۔
 ہم میاں صاحب کے بارے میں کچھ نہیں کہتے لیکن میاں صاحب ہی کے معتد علیہ بزرگ
 مد ظلی قاری نے خود ہی فرادیا کرنام صاحب کے تابعی ہونے کی نفی کرنا یا توثیق کی کمی کا نتیجہ ہے یا
 تعصب کا فتور۔

۵۔ میاں صاحب نے ابن خلکان کی عبارت میں بھی یہی تصرف فرما کر اس سے اپنا مطلب
 نکالا ہے۔ ابن خلکان کی اصل عبارت درج ذیل ہے، تاظهرین خود اندازہ لگالیں کہ حضرت میاں
 صاحب نے کیا نقل کیا اور کیا چھوڑا۔

وأما أبو حنیفة اربعة من الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين . وهم انس بن
 مالك وبلال بن ابي رباح بالكوفة وجعل بن سعد الساعدي بالمدينة وابو الطفيل
 عامر بن واثلة بمكة ولم يلق احدا منهم ولا اخذ عنه . واصحابه يقولون لقي جماعة
 من الصحابة وروى عنهم ولم يثبت ذلك عند اهل النقل وذكر الخطيب في تاريخه
 بغداد انه رآه انس بن مالك رضي الله عنه ۱۷

حضرت میاں صاحب نے خط کشیدہ الفاظ چھوڑ کر اتنی فرادیا اور یہ کہہ دیا کہ قاضی
 شمس الدین ابن خلکان نے بھی ایسا ہی افادہ فرمایا ہے۔ حالانکہ ابن خلکان نے خلیب کا والد اسی
 غرض سے دیا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت انسؓ کی روایت کا انکار صحیح نہیں۔

۶۔ امام نووی سے نقل میں بھی میاں صاحب کی یہی روش ہے کہ خلیب بغدادی کی تاریخ
 بغداد کے حوالے سے امام نووی نے جو یہ نقل کیا تھا کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے اس
 کو حذف کر دیا۔ چنانچہ تہذیب الاسماء کی پوری عبارت حسب ذیل ہے۔ خط کشیدہ الفاظ جناب
 میاں صاحب نے حذف کر دیئے ہیں :

قال الشيخ ابواسحاق في الطبقات: هو الثعالب بن ثابت بن نروطن بن ماء مولیٰ تيم الله بن ثعلبة. ولد سنة ثمانين من الهجرة و توفي ببغداد سنة خمسین ومائة وهو ابن سبعين سنة. اخذ الفقه من حماد بن ابی سليمان وكان في زمانه اربعة من الصعلابة انس بن مالك وعبدالله بن ابی اوفیٰ وسمي بن سعد وابو الطفيل ولم ياخذ عن احد منهم وقال الخطيب البغدادي في التاريخ: هو ابو حنيفة التيمي امام اصحاب الراي وفقه اهل العراق راى انس بن مالك ثلثة (مبارکون صفحہ ۶)

مزید لطف یہ ہے کہ جو عبارت میاں صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کی ہے اس میں کہیں بھی یہ تصریح نہیں کہ امام صاحب نے ان صحابہ کو دیکھا نہیں تھا بلکہ اس میں جو کچھ مذکور ہے وہ صرف یہ ہے کہ امام صاحب نے ان میں سے کسی سے روایت نہیں کی۔
افسوس ہے کہ باایں ہمہ جوش ادعا میاں صاحب موصوف امام صاحب کی تابعیت کی نفی میں ایک بھی قول کسی ایسے شخص کا پیش نہ کر سکے جو ان کے نزدیک اہل نقل میں سے ہو۔ بات یہ ہے کہ میاں صاحب نے ابن خلکان وغیرہ کی اس عبارت سے کہ ولم یلق واحد منهم ولا اخذ عنهم مطلب نکالا ہے کہ حضرات تابعیت کے منکر ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں نے لقاء اور تلقا کا انکار کیا ہے نہ کہ تابعیت کا۔ اور یہ ہم ابتدا میں واضح کر چکے ہیں کہ تابعیت کے یہ طوالت اور محبت ضروری نہیں بلکہ صرف ایک دوسرے کو دیکھ لینا ہی کافی ہے۔ لہذا ان کے اقوال سے تابعیت کی تردید

توجیہ القول بما لا یرضی بہ، قناشلہ

کا مصداق ہوگی۔ بلکہ ان حضرات نے تو اس امر کی صاف نظروں میں تصریح کی ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دیدار سے اپنی آنکھیں روشنی کی تھیں۔

اور یہی مغالطہ جناب میاں صاحب کو حافظ ابن حجر کی تقریب التہذیب کی عبارت کے سمجھنے میں لگا ہے۔ چنانچہ انھوں نے امام صاحب کے تابعی نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی

ہے کہ حافظ صاحب نے امام اعظمؒ کو چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے اور چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی، لہذا آپ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہوئے۔ یہاں بھی موصوف کو وہی غلطی ملی کہ بقا کی نفی سے روایت کی نفی سمجھ گئے۔ میاں صاحب اگر حافظ صاحب کے مقدمہ تقریب کی عبارت کا بغور مطالعہ کرتے تو ان کو واضح ہو جاتا کہ تبع تابعین کا طبقہ خود حافظ صاحب ہی کی تصریح کے مطابق چھٹا نہیں بلکہ ساتواں ہے چنانچہ ابن جریر جن کو حافظ صاحب نے بطور مثال پیش کیا ہے ان کے بارے میں سابق میں حافظ صاحب ہی کے استاذ حافظ زین الدین عراقی کی یہ تصریح گز چکی ہے کہ "عروبن شعیب سے جن مشاہیر تابعین نے روایت کی ہے، ان میں عبد اللہ بن عبد العزیز بن جریر بھی ہیں۔"

خود تقریب التہذیب کے مقدمہ میں طبقات کی تفصیل حافظ صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں بیان کی ہے فرماتے ہیں :

اور طبقات میں پہلا طبقہ صحابہ کا ہے جن کے اختلاف مراتب کو بھی بیان کیا ہے اور ان میں ان کو بھی جداگانہ طور پر بتلادیا ہے کہ جن کو صرف روایت حاصل تھی دوسرا طبقہ کہا رہا تابعین کا ہے جیسے کہ ابن المسیب۔ اور اگر اس طبقہ میں کوئی مخفوم تھا تو میں نے اس کی بھی تصریح کر دی ہے۔ تیسرا طبقہ تابعین کا درمیان طبقہ ہے۔ جیسے حسن اور ابن سیرین ہیں۔ چوتھا طبقہ ان کے بعد والوں کا ہے جن کی اکثر و بیشتر روایات کبار تابعین	واما الطبقات فالاولی الصحابة علی اختلاف مراتبهم وتبیز من لیس منهم الا مجرد الروایة من غیرہ الثانية طبقة كبار التابعین کابن السیاب فان کان مخفوما صرحنا بذلك الثالثة طبقة الوسطی من التابعین کالحسن وابن سیرین الرابعة طبقة تلیھا جلد وایا تم عن كبار
---	--

سہ چنانچہ میاں صاحب فرماتے ہیں :

ابو حافظ الدیثم ابن جریر عسقلانی تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں : النہان بن ثعلب ابو حنیفۃ الامام

یقال اصلہ من فارس، وبقیال مولیٰ بنیہ فقیہ مشہور من السامیۃ (انہی) اقول : قضا ابن جریر نے امام کو

چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے اور چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ چنانچہ

خود ابن جریر مقدمہ التہذیب میں فرماتے ہیں : فتامتہ طبقۃ امروء کان منہم لیسبت لہم لقاء احد من الصحابة کابن جریرؒ (ص: ۱۰۰)

التابعین كالزهري وقادة الخامسة الطبقة
 كصغري من الذين رأوا الواحد والاثني ولم
 يثبت لبعضهم السماع من الصحابة كالأعشى
 السادسة طبقة عاصرا الخامسة لكن لم يثبت
 لهم لقاد احد من الصحابة كابن جريج النخعي
 طبقة كبار اساع التابعين كمالك والثوري
 سے ہیں جیسے زہری اور قتادہ ہیں۔ پانچواں طبقہ تابعین کا طبقہ صغری
 ہے جنہوں نے ایک یا دو صحابہ کو دیکھا تھا اور ان میں سے بعض کا
 صحابہ سے سماع ثابت نہیں ہے جیسے اشعث ہیں۔ چھٹا طبقہ ان لوگوں
 کا ہے جو پانچویں طبقے والوں کے ہم عصر تو ہیں لیکن ان کی کسی صحابی
 سے ملاقات ثابت نہیں ہے جیسے ابن جریج۔ ساتواں طبقہ کبار
 تبع تابعین کا ہے جیسے کہ مالک اور ثوری ہیں۔

جلئے فورے کہ جب کبار تبع تابعین کا پہلا طبقہ ساتواں ہے نہ کہ چھٹا تو پھر میاں صاحب نے
 حافظ ابن حجر کے امام صاحب کو چھٹے طبقے میں ذکر کرنے کی بناء پر ان کو تبع تابعین میں کیسے شمار کیا
 باوجودیکہ حافظ ابن حجر کا فتویٰ اور تہذیب کی عبارت دونوں واضح طور پر امام صاحب کی تابیت کا
 اعلان کر رہے ہیں؟ تہذیب التہذیب تو میاں صاحب کی نظر سے نہیں گزری لیکن حافظ ابن حجر مستقلانی
 کا فتویٰ تو عمق شامی اور علامہ طحاوی دونوں نے نقل کیا ہے اور شامی کی ردالمحتار اور طحاوی کی شرح
 الدر المختار دونوں کتابیں میاں صاحب کے پیش نظر ہیں اور وہ اس بحث میں ان دونوں کتابوں سے
 معیار الحق میں برابر حوالے دیتے چلے جاتے ہیں۔ باری کچھ میں نہیں آتا کہ میاں صاحب کے اس طرز عمل کی
 کیا توجیہ کی جائے جبکہ دوسروں سے ذرا جو کچھ ہو جائے تو میاں کو فرمایا یہ شعر یاد آ جاتے ہیں کہ
 آنا نکه چشم بر گل تحقیق و اکنسند
 از ہر چہ فہم رنگ نگیرد و حیا کنسند
 در میبخت کہ غیر خموشی علاج نیست
 پر ہرزہ است تکیہ بچون و چرا کنسند

معاہد الحق میں جن چند علماء کے بیانات سے میاں صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں کچھ کام لیا ہے
 وہ یہی ہیں ورنہ بقیہ جتنے علماء کے حوالے ذکر کیے ہیں ان سے امام صاحب کی صحابہ سے روایت کرنے کی نفی تو
 معلوم ہوتی ہے تابیت کی نفی ثابت نہیں ہوتی اور ان حوالوں میں بھی کہیں صراحت کے ساتھ یہ ذکر نہیں کہ
 امام صاحب تابعی نہ تھے۔ اتنے کمزور دلائل پیش کرنے کے بعد یہ دعویٰ کرنا کہ امام صاحب کی تابیت پر علماء نقل متفق نہیں
 میاں صاحب جیسے بزرگ کے ہرگز شایان شان نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کسی عالم نے امام اعظم
 کے تابعی ہونے سے انکار کیا ہے تو اس کے انکار کی اتنے سارے دیگر اکابر محدثین و علماء نقل کے سامنے کیا حیثیت ہے۔
 تحقیق حق کا یہ خوب معیار ہے کہ سرے سے حقائق کو ماننے ہی سے انکار کر دیا جائے۔

۱۹۔ امام صاحب کی تابعت اور نواب صدیق حسن کی تحقیقات

انکار تابعت کے باب میں میاں نذیر حسین صاحب کے مشہور معاصر اور اہل حدیث کے نامور مصنف نواب صدیق حسن خان صاحب کا طرز عمل اگرچہ میاں نذیر حسین صاحب کی بالغ نظری کو نہیں پہنچتا۔ لیکن پریشان بیانی کا انوکھا نمونہ ہے۔ کبھی وہ پورے جرم و قیمن کے ساتھ یہ فیصلہ فرماتے ہیں کہ ”علامہ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام صاحب تابعت نہیں تھے اور کبھی خود ہی اپنے فیصلہ کے برخلاف امام صاحب کی تابعت کے اثبات میں خلیب بغدادی، ولی الدین عراقی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کے اقوال اور فتاویٰ نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔

جمع ناظرین کے ملاحظہ کے لیے تصویر کے دونوں رخ پیش کیے دیتے ہیں۔

۱۔ اہل علم فی ذکر الصالح السیۃ میں نواب صاحب نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تبع تابعین میں داخل کیا ہے۔ فرماتے ہیں :

تبع التابعی مسلم سنی تابعین و
 هذه طبقة ثالثة بالنسبة اليه
 صلى الله عليه وسلم ومنها الامام جعفر
 الصادق وابو حنيفة النعمان بن ثابت
 تابع تابعی وہ مسلمان ہے جس نے کسی تابعی کو دیکھا
 جو۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے میرا طبقہ
 ہے۔ اسی طبقہ میں امام جعفر صادق اور امام اعظم ابو حنیفہ
 نعمان بن ثابت ہیں۔

۲۔ تنبیح الوصول الی اصلاح احادیث الرسول میں جو علم اصول حدیث میں نواب صاحب کی مشہور تصنیف ہے۔ موصوف نے ان علماء کی غلطی پر تنبیہ کی ہے جو امام صاحب کو تابعین میں داخل کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

وحافظ ابن کثیر کفہ وقد ادخل بعضهم
 في التابعين من ليس منهم كما اخرج
 اخرون من هو محدود فيهم، وكذلك
 ذكره في الصحابة من ليس
 حافظ ابن کثیر کہتے ہیں : بعض نے تابعین کے زمرہ
 میں ان لوگوں کو بھی داخل کر لیا ہے جو حقیقتہً تابعی
 نہیں ہیں۔ جبکہ کچھ لوگوں نے ان حضرات کو جن کا شمار
 تابعین میں ہے تابعین کے زمرہ سے خارج کر دیا

صحابیا کما عدد اجماعہ من
الصحابۃ فیمن ظنوه تابعیہا۔
وذلك بحسب مبلغہم من
العلم۔
(انتہی)

ہے۔ اسی طرح صحابہ میں ان لوگوں کو ذکر کر دیا ہے جو
صحابی نہیں ہیں۔ جبکہ دوسروں نے صحابہ کی ایک
جماعت کو تابعی کہتے ہوئے انہیں تابعین میں شمار
کر لیا ہے۔ اور جس نے کیا اپنے مبلغ علم کے مطابق
کیا ہے۔ (انتہی)

مکریم مثال اول ادھالی ابو حنیفہ
نعمانی بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ
عدد تابعین است زیرا کہ اور ایک امام
صحابی ملاقات حاصل شدہ۔
۳۔ اور ابجد العلوم میں جو موصوف کی مشہور ترین تصنیف ہے، امام صاحب کے تابعی نہ ہونے
کا ایسا شکیں آیا کہ اس پر محدثین کا اجماع ہی نقل فرمایا۔ چنانچہ موصوف کے اتفاق ہیں،
لم یروا احدا من الصحابة
باتفاق اهل الحديث، وان كان
عامر بعضہم علی ساری الخلفیہ۔
۴۔ اہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ امام صاحب
نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا ہے۔ اگرچہ اصناف کی
رائے کے مطابق صحابہ میں سے بعض حضرات سے
ان کی معاشرت ثابت ہے۔

۵۔ صفحہ ۱۰۰ طبع مطبع شاہجہانی بھوپال ۱۲۹۲ھ
۶۔ صفحہ ۱۰۰ طبع مطبعہ مدنیہ بھوپال ۱۲۹۵ھ۔
یہ تحقیق بھی خوب ہے کہ امام صاحب کی صحابہ سے
معاشرت بھی صرف حنفیوں کی رائے ہے۔ ورنہ نواب صاحب کے زعم کے مطابق تو صحابہ کرام کا مجدد امام صاحب
کی ولادت سے پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔ یہ فیصلہ اس وقت کا ہے جبکہ خود بدولت کو اتحاد النبلاء میں
امام صاحب کے زمانہ میں صحابہؓ کے وجود کی بڑھوس ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہاں محدثین سے حضرت انس
رضی اللہ عنہ کی روایت کا ثبوت نقل کر کے فرماتے ہیں:

وازیں جا توں دریانت کہ
وہو دمحابہ در زمانہ او را ندر ازبخت
دارد۔ (صفحہ ۲۲۳)
یہاں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس بات میں ترتیب
کی کچھ توجہ ہے کہ صحابہ کا وجود امام صاحب کے زمانہ
میں تھا۔ (برصفو آئندہ)

مذکورہ بالا ان تینوں کتابوں میں تو معروف کا جود دھڑی ہے اور نفی تالیف پر کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے لیکن "الناج المکمل" اور "تخلف النبلاء" میں جو فن تراجم میں ہیں، اس دھڑی پر دلیل بھی نقل فرمائی ہے۔ چنانچہ دونوں جگہ خطیب کے حوالے سے یہ مرقوم ہے :

قال الخطيب في تاريخه وثقة
اعلم ادرك ابو حنيفة اربعة من
الصحابه وهم انس بن مالك بالبصرة
وعبد الله بن ابي اوفى بالكوفة وسهل
بن سعد الساعدي بالمدينة وابو
الطفيل مامر بن واثلة بكة ولم يلق
احدا منهم ولا اخذ عنهم واصحابه
يقولون لقي جماعة من الصحابة
وروى عنهم ولم يثبت ذلك
عند اهل النقل . ۱۵

خطیب نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ (واللہ اعلم)
کہ امام ابو حنیفہ نے چار صحابہ کو پایا تھا، انس بن مالک
کو بصرہ میں عبد اللہ بن ابی اوفی کو کوفہ میں اور
سہل بن سعد ساعدی کو مدینہ میں اور ابو طفیل مامر
ابن واثلہ کو مکہ میں۔ مگر نہ تو انہوں نے ان میں سے
کسی صحابی سے ملاقات کی اور نہ ہی ان سے کوئی
روایت کی۔ اور اصحاب ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ امام
ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات ہی
کی اور ان سے روایت بھی کی لیکن یہ بات اہل نقل
کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

اور "تخلف النبلاء" المتعین باحیاء آثار الفقہاء والمحدثین میں مذکور عبارت کا بعینہ ان الفاظ میں ترجمہ فرما دیا ہے۔

"خطیب در تاریخ" گفتہ ابو حنیفہ چار صحابی را در یافتہ انس بن
مالک و عبد اللہ بن ابی اوفی را در کوفہ و سهل بن سعد ساعدی را در
مدینہ و ابو الطفیل مامر بن واثلہ را بککہ۔ لیکن یہ بھی کہے را از یہاں ندیدہ
و نہ اخذ نموده۔ و یاران اد گویند کہ دے جماعتی از صحابہ را ملاقات

اور نواب صاحب نے یہاں جو باتفاق اہل الحدیث کے الفاظ رقم فرمائے ہیں مگر اس سے ہاد محمد بن
نہیں بلکہ حضرات غیر متعلدین کا وہ شرذمہ قلیل ہے کہ جو اپنے آپ کو "المحدثین" سے موسوم کرتا ہے تو پھر نواب
صدیق حسن خان کے دعوے کی صداقت واضح ہے۔

نمودہ داذ آئہا روایت کردہ ولکن این معنی نزد اہل نقل ثابت
نشدہ : ۱۰

تاہم نواب صاحب کی یہ بڑی عزایت ہے کہ انہوں نے اپنی بات کی خود ہی جا بجا تردید
کردی ہے تاکہ دوسروں کو اس کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ چنانچہ "التاج المکمل" میں مذکور بالا
عبارت کے متصل ہی ارشاد ہوتا ہے۔

و ذکر الخطیب فی تاریخ بغداد خطیب نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ
اللہ ساری انس بن مالک رحمہ اللہ ۳۰ھ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔
اسی طرح اتمام النبلاء میں اپنے فیصلے کی تردید دوسرے ورق پر ان الفاظ میں فرمادی
ہے :

ابن جریر ابن جریر یہ از ابن ابی اوفیٰ یک
حدیث روایت نمودہ است۔ و خطیب غفر ابن جریر کہتے ہیں امام صاحب نے حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی
انس را دیدہ۔ و ذہبی گفتہ یعنی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ اور خطیب کا
در منبر سن۔ و ابن جریر گفتہ مہین بیان ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا
صحیح است ۱۰ ہے۔ اور ذہبی کہتے ہیں کہ بچپن میں دیکھا ہے، ابن جریر نے
کہا ہے یہی بات صحیح ہے۔

اور الحظ میں تو نواب صاحب نے کمال ہی کر دیا۔ امام صاحب کے تابعی ہونے پر ایسی
سیر حاصل بحث کی جو قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں :

و قال الجلال السيوطي وقت جلال الدین سیوطی کا بیان ہے کہ میں اس فتویٰ سے
على فتيا رفعت الى المحافظ الولي العراق واقف ہوں جو حافظ ولی الدین عراقی سے لیا گیا تھا۔
صورتها هل ردی ابوحنيفة عن احد جس میں یہ تھا کہ کیا ابوحنیفہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم اصحاب میں سے کسی سے روایت کی ہے، اور کیا وہ
و هل يعد في التابعين اهلا فاجاب بما تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں یا نہیں ؟ تو انہوں نے

نہ صفحہ ۴۲۲ طبع نظامی کا پورہ حصہ ۳۰ھ التاج المکمل صفحہ ۱۳۹ ترجمہ ابوحنیفہ
۱۰ اتمام النبلاء صفحہ ۲۲۴۔

نقصہ : الامام ابو حنیفہ لم تصح حدیثہ
عن احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وقد رآی انس بن مالک . فمن یکتفی فی
التابعی ببصرہ رؤیۃ الصحابة یجملہ
تابعیا . ومن لا یکتفی بذلك لا یصلہ
تابعیا .

ورفع هذا السؤال الى الحافظ ابن
حجر العسقلانی فاجاب بما نقصہ اللہ
الامام ابو حنیفہ جماعۃ من الصحابة
لانہ ولد بالكوفة سنة ثمان مئیین من
الهجرة وبها يومئذ من الصحابة
عبد اللہ بن ابی اوفی فانہ مات بعد ذلك
بالاتفاق . وبالبصرة يومئذ انس بن
مالک ومات سنة تسعين او بعدھا
وقد اورد ابن سعد بسند لا بأس
بہ ان اباحنیفہ رأى انسا و
وكان غیر هذين من الصحابة
احیاء فی البلاد . وقد جمع
بعضہم جزءا فیما ورد من رؤیۃ
ابی حنیفہ عن الصحابة . لكن
لا یخلو اسنادہ من ضعف . وللقدر
على ادراکہ ما تقدم . وعلى

ان الفاظ میں جواب دیا : امام ابو حنیفہ کی کسی صحابی
سے روایت صحیح نہیں ہے البتہ انھوں نے حضرت
انس بن مالک کو دیکھا ہے۔ لہذا ابو حنیفہ کی تابیت میں
مرد رویت کو کافی سمجھتے ہیں وہ ان کو تابعی ہی قرار دیتے
ہیں۔ اور جو اس امر کو کافی نہیں سمجھتے وہ ان کو تابعی شمار
نہیں کرتے۔

امام ابو حنیفہ کی تابیت کا سوال حافظ ابن حجر عسقلانی
کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا تھا تو انھوں نے مندرجہ
ذیل جواب دیا : امام ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت
کو پایا ہے اس لیے کہ ششم میں کوثر میں ان کی وفات
ہوتی ہے۔ اور اس وقت وہاں صحابہ میں سے حضرت
عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ موجود تھے کیونکہ بالاتفاق
ان کی وفات ششم کے بعد ہی ہوئی ہے۔ اور ان دنوں
بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ زید تھے
ان کی وفات توشم میں یا اس کے بعد ہوئی ہے۔
اور ابن سعد نے ایسی سند سے جس میں کوئی غرابی نہیں
ہے یہ روایت کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی
اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ نیز ان دنوں حضرات کے علاوہ
اور صحابہ بھی مختلف شہروں میں موجود تھے۔ اور بعض علماء
نے امام ابو حنیفہ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث کے
بارے میں قلف جزو صحیح کیے ہیں لیکن ان کی اسناد
ضعف سے خالی نہیں ہیں۔ اور معتبر ادراک صحابہ کے باب

روایتہ لبعض الصحابة ما اورد
ابن سعد في الطبقات فهو بهذا
الاعتبار من طبقة التابعين . و
لم يثبت ذلك لاحد من ائمة
الامصار المعاصرين له كالأوزاعي
بالشام والحماديين بالبصرة و
الثوري بالكوفة ومالك بالمدينة
ومسلم بن خالد الزنجي والليث بن
سعد بمصر . انتهى

وقال السخاوي في شرحه
لائحة العراقي المعتمد ان لا
دعامة له عن احد من الصحابة
انتهى . وقال ابن حجر المكي في شرح
الشكوة اوردك الامام الاعظم ثمانية
اصحاب منهم انس وعبد الله بن ابی بکر و
سہل بن سعد و ابو الطغیل . انتهى

وقال الكوردي جملة من
المحدثين انكروا ملاقاته مع الصحابة
واصحابه اثبتوه بالاسانيد الصحاح
الحسان وهم اعرف باحوالهم
والثبت العدل اطل من الثاني . وقد
جمعوا مسندها قبلت خمسين
حديثا رويها الامام عن الصحابة
الكرام . والى هذا اشار الامام بقوله

میں وہی ہے جو گورچکا۔ اور بعض صحابہ کی روایت کے بارے
میں مستند وہ روایت ہے جس کو ابن سعد نے طبقات میں
ذکر کیا ہے۔ لہذا اس اعتبار سے امام ابو حنیفہ تابعین
کے طبقے میں داخل ہیں اور ایسا مرتبہ ہے جو دوسرے
شہروں میں رہنے والے ان کے ہم عصرانہ میں سے کسی
امام کو حاصل نہ ہو سکا۔ جیسے کہ امام اوزاعی کو جو شام میں
تھے اور حماد بن امام حماد بن سلمہ اور امام حماد بن زید کو
جو بصرہ میں اور امام ثوری کو جو کوفہ میں تھے اور امام مالک
کو جو مدینہ میں تھے اور امام مسلم بن خالد زنجی کو جو مکیں میں تھے
اور امام لیث بن سعد کو جو مصر میں تھے۔

اور علامہ سخاوی "شرح الفہم عراقی" میں لکھتے ہیں کہ
مستند یہی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے روایت
نہیں کی ہے؛ اور ابن حجر کی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے
کہ امام اعظم نے آٹھ صحابہ کو پایا تھا ان میں حضرت انس
حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت سہل بن سعد اور
حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ (انتہی)
اور کورڈی فرماتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت
امام ابو حنیفہ کی صحابہ سے ملاقات کی منکر ہے جبکہ اصحاب
امام نے اس کا اثبات صحیح اور حسن اسانید کے ذریعہ
کروایا ہے اور امام صاحب کے حالات کو امام صاحب کے
اصحاب محدثین سے بہتر جانتے ہیں۔ اصحاب امام نے
امام صاحب کی مسندات کو جمع کیا تو پچاس احادیث کی
طیں جن کو امام صاحب نے صحابہ کرام سے روایت کیا
ہے۔ امام صاحب کے اس قول سے بھی اسی طرف اشارہ

ما جادنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
فعل الرأس والعين وملجأنا عن
التابعين فهم رجال ونحن رجال، لا
ممن زاحم التابعين في الفتوى اللهم
إذا كان التابعي يزاحم في الفتوى الصحابي
فإنه يقلد ذلك التابعي كما يقلد
الصحابي. وهذا سبب صالح
لتقديم مذهب علي سائر
المذاهب.

۱۰

منا ہے کہ جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو
وہ ہمارے سر آنکھوں پر، اور جو تابعین سے مروی ہو
تو وہ بھی انسان ہیں اور ہم بھی انسان ہیں۔ اسی بناء
پر امام صاحب نے فتویٰ میں تابعین سے اختلاف بھی کیا
ہے۔ ہاں اگر کوئی تلمیذ اس پایہ کا ہو کہ وہ صحابی کے فتویٰ کے
مقابلے میں جہاد ملے رکھتا ہو تو اس صورت میں
امام صاحب اس تابعی کی بھی اسی طرح تقلید کر لیتے ہیں
جس طرح صحابی کی کرتے ہیں۔ اور یہ فضیلت بھی بقیہ
مذہب پر امام صاحب کے مذہب کی فوقیت کا سبب
بن سکتی ہے (کہ اس مذہب کی تدوین امام تابعی
کے ذریعہ ہوئی)۔

یہ واضح رہے کہ ہر چہ بار مذکورہ بالا صحابہ سے امام صاحب کے عدم اخذ و عدم لقاد کے
بارے میں نواب صاحب نے "اتحاج الملک" میں خطیب کے حوالے سے جو عبارت نقل کی
ہے اور جس کا ترجمہ انہوں نے "اتحاف النبلاء" میں کیا ہے، اس عبارت کا تاریخ خطیب
میں سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے بلکہ تاریخ خطیب میں جیسا کہ ہم سابق میں نقل
کر چکے ہیں۔ اس کے برخلاف یہ صاف تصریح موجود ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ
کو دیکھا تھا، ہمارے خیال میں صورت واقعہ یہ ہے کہ چونکہ نواب صاحب کی یہ عام عادت ہے
کہ وہ اپنی تصانیف میں دوسروں کی کتابوں کے صفحے کے صفحے بلا کسی حوالے کے نقل کرتے چلے
جاتے ہیں۔ اور اسی لیے ان کے اس علمی سرور کا اہل علم کے حلقوں میں عام پیرچا ہے۔ اسی عاد
کے مطابق جب نواب صاحب "اتحاج الملک" میں امام اعظم کا ترجمہ ابن خلکان کی تاریخ سے
نقل کرنے بیٹھے تو جلدی میں کچھ کچھ نقل کر گئے جس سے عبارت کا مطلب خبط ہو کر رہ گیا۔

ہم ذیل میں "التاج المکمل" اور "وفیات الاعیان" دونوں کی اصل عبارتوں کی نشان دہی کر چکے ہیں۔ ناظرین مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ نواب صاحب نے محبت میں کیسی غلطی کی ہے :

الامام ابوحنيفة النعمان بن ثابت رضي الله عنه بن نروطي بن ماه (الامام الفقيه الكوفي) مولی تیم الله بن ثعلبة وهو من رهط حمزة الزيات كان خوازا يبيع الخنزير و عبده نروطي من اهل كابل وقيل من اهل بابل وقيل من اهل الانبار وقيل من اهل نسا (وقيل من اهل ترمذ) وهو الذي مسد الرق فاعتق. ولد ثابت على الإسلام وقال اسمعيل بن حماد بن ابي حنيفة انا (اسمعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان) من ابناء فارس من الاحرار والله ما وقع علينا رق قط . ولد جدی سنة ۸۰ (ثمانین) وذهب ثابت الى علي بن ابي طالب رضي الله عنه وهو صغير فدعاه الى البركة فيه وفي ذريته . ونحن نرجو ان يكون الله تعالى قد استجاب ذلك لعل فينا . والنعمان بن المرزبان ابو ثابت هو الذي اهدى لعلی بن ابي طالب رضي الله عنه الفا لزوج في يوم مهرجانه فقال مهرجونا كل يوم هكذا قال الخطيب في تاريخه والله اعلم (و) ادرك ابوحنيفة اربعة من الصحابة (رضوان الله عليهم اجمعين) وهم انس بن مالك بالبصرة وعبد الله بن ابي ادوي بالكوفة وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة وابو الطفيل عامر بن واثلة بمكة ولم يلق احدا منهم ولا اخذ عنه واصحابه يقولون لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم ولم يثبت ذلك عند اهل النقل . وذكر الخطيب في تاريخ بغداد انه رأى انس بن مالك (رضي الله عنه) .

یہ پوری عبارت "وفیات الاعیان" کی ہے۔ نواب صاحب نے جب "التاج المکمل" میں اس عبارت کو اپنا ناچا یا تو بین القوسین کی عبارت کو چھوڑ دیا۔ جس سے مطلب خبط ہو گیا اور ابن خلکان کی عبارت خطیب بغدادی کی بن گئی۔ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد، ابن خلکان کی "وفیات الاعیان"، نواب صاحب کی "التاج المکمل" تینوں کتابیں مکرر طبع ہو چکی ہیں۔ اہل علم تینوں کتابوں کو سامنے رکھ کر نواب صاحب کی کارگزاری کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

۲۰۔ فاضل لکھنوی کی تحقیق

صحابہ سے امام اعظم رحمہ اللہ کی ملاقات اور روایت کے ثبوت میں اتنی بحث کافی ہے اب ہم اس بحث کو فاضل لکھنوی مولانا عبدالحی قرنگی جلی کی اس عبارت پر ختم کرتے ہیں۔

فهذه العلماء الشععات،
الطرقطن وابن سعد والخطيب
والذهبي وابن حجر والولي العراقي و
السيوطي وعلي القلي واکرم السند
وابومعشر وحمزة السهمي والياضي و
الجزيري والتوريشي وابن الجوزي و
السراج صاحب كشف الكشاف قد
على كون الامام ابی حنیفة تابعيا
وانما انكر من انكر منهم رواية
عن الصحابة وقد صرح بجمع
آخرون من المحدثين والمؤرخين
المعتبرين ايضا تركت عباراتهم
خوفا من الاطالة الموجبة للالة
وما نقلت انما نقلت بعد مطالعة
الكتب المذكورة لا بمجرد اعتقاد
نقل غيري ومن راجع الكتب
المذكورة يجد صدق نقلها واما
كلمات فقها شاف هذا الباب
فاكثر من ان تحصى ومن انكر
كونه تابعيا من المؤرخين لا

دارقطني، ابی سعد، خطیب، ذہبی، ابن حجر،
ولی عراقی، سیوطی، علی قاری، اکرم سندھی، ابومعشر
حمزہ شہمی، یافعی، جزیری، توریشی، ابن الجوزی،
سراج صاحب کشف کشاف، یہ سب علماء شععات
تصریح کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ تابعی تھے۔ ان میں
سے اگر کسی نے انکار بھی کیا ہے تو امام صاحب
کی صحابہ سے روایت کا انکار کیا ہے۔ ادیہی تصریح
محدثین اور مسٹر نورین کی ایک دوسری جماعت نے بھی
کی ہے۔ میں نے ان حضرات کی عبارتوں کی طوالت کے خوف
جو موجب طال ہے چھوڑ دیا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ امام صاحب
کی تابعیت کے باب میں، میں نے جو کچھ نقل کیا
ہے اس کو مذکورہ بالا کتب کے مطالعے اور تحقیق
کے بعد نقل کیا ہے، صرف دوسروں کی نقل پر
اعتماد کرتے ہوئے نہیں کیا ہے۔ چنانچہ جو شخص بھی
مذکورہ کتابوں کا مطالعہ کرے گا اسے میرے نقل کی
صدائت معلوم ہو جائے گی۔ رہے ہمارے فقہاء
کے اقوال تابعیت کے باب میں تو وہ حدیث سے
سے بھی زیادہ ہیں۔ محدثین میں سے جو بھی امام
صاحب کی تابعیت کا منکر ہے وہ اعتماد اوتہ خط
اور وسعت نظر میں حضرات مثبتین کے درجہ ہیں۔

لہذا ان کے مقابلے میں اس کے قول کا کوئی
اعتبار نہیں۔ دیکھیے شیخ الاسلام ذہبی جو نقل و
روایت میں تمام دنیا کے نزدیک مستند ہیں مگر وہ
ایکے ہی امام ابو حنیفہ کی تابیت کی تصریح کرتے
تو صرف ان کی تصریح ہی ان لوگوں کی تردید کے
یہ کافی تھی جو امام صاحب کی تابیت کے قائل
نہیں کجا کہ امام الحافظ ابن جریر منہ الثقات
ولی عراقی اور خاتمہ الحافظ سیوطی اور عمود الثورین
یافعی وغیرہ بھی اس باب میں انہی کے ہمنویں۔
اور اس سے پہلے خطیب اور دارقطنی یہی بات کہہ
چکے ہیں۔ اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ خطیب
اور دارقطنی کا کیا مقام ہے۔ یہ دونوں بلند پایہ کے
مستند اور مستند امام ہیں۔ اب منکر کے یہی یہی صورت
رہ گئی ہے کہ یا تو وہ ان علماء ثقات کی تکذیب کرے
سو اگر وہ اسی بات پر عمل گیا ہے تو اس سے گفتگو بیکار
ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کم پایہ کے لوگوں
کی بات کو اعلیٰ پایہ کے حضرات کے مقابلے میں
مقدم رکھے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ ایک ناقابل
ترجیح بات کو ترجیح دی جائے۔ لہذا علماء منصفین
سے یہی توقع ہے کہ ان (اکابر کی) تصریحات کو
پڑھنے کے بعد ان کو مجال انکار نہیں رہے گی۔

فی الاعتماد وقوة الحفظ وسعة النظر
الى مرتبة هؤلاء المثبتين، فلا
عبارة بقوله معارضوا لقولهم، و
هذا الذہبی شیخ الاسلام المعتمد
فی قلمه عند الانام لوصوح وحد
یکونه تابعیا لکفی قوله راء القول
النافین فکیف وقد وافقه امام
الحفاظ ابن حجر ورأس الثقات
الولی العراق وخاتمة الحفاظ السیوطی
وعمود الثورین الیافعی وغیرہم۔
وسبقہ الی ذلک الخطیب ومالک
مال الخطیب والدارقطنی وما اذناک
مال الدارقطنی امامان جلیلات مستل
معتلان وغیرہما فاذا لم یبق للنکر
الا ان یکذب هؤلاء الثقات فان
وقع منه ذلک فلا کلام معه۔ او
یقدم اقوال من دونهم علی اقوالهم
فان فعل ذلک لزم ترجیح المرجوح
والمرجوح من العلماء المنصفین
بعد مطالعة هذه التصویحات
لا یبقی لهم انکار۔ لہ

ایقاظ گزشتہ شمارہ میں امام صاحب کی کاتبیت کی بحث کے ضمن میں علامہ محمد اکرم سندھی
 کی آسان النظر کا حوالہ ناظرین کی نظر سے گزرا ہو گا جو مولانا عبدالغنی کھنوی کی کتاب اقامۃ الحجۃ سے
 نقل کیا گیا تھا۔ ماہ رواں میں ایک علمی سفر کے سلسلے میں منصورہ، پیر بھنڈو اور حیدرآباد سندھ
 جانے کا اتفاق ہوا۔ حیدرآباد سندھ میں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب سے شہ ولی اللہ اکیڈمی
 میں ملاقات ہوئی۔ موصوف کے کتب خانے میں آسان النظر کا ایک قدیم مخطوط ملا، اس کا سن
 کتابت ۱۱۸۰ھ بھری ہے اور مدینہ منورہ میں اس کی ایک کتابت عل میں آئی ہے۔ یہ نسخہ نہایت
 صحیح خوشخط اور صاف ہے۔ ہم نے اس نسخے سے حدث محمد اکرم سندھی کی اصل عبارت جس کا حوالہ
 فاضل کھنوی نے دیا ہے نقل کر لی جو بدلتے ناظرین سے۔

وہذا اثنی التعریف للکاتبی هو	تالیفی کی یہی تعریف پسندیدہ ہے۔ بعض
المنتخار قال بعض المحققین	محققین کہتے ہیں، اسی بنیاد پر امام اعظم تابعین
وبہ یندرج الامام الاعظم ف	کی صف میں داخل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بلاشبہ
سلک التابعین فانہ قد رأی انس	انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ
بن مالک وغیرہ من الصحابة علی	کو دیکھا ہے۔ جیسا کہ شیخ جوزی اسناد رجال القراء
ما ذکرہ الغیغ الجزری فی اسما رجال	میں اور توبہ لشیخ تحفۃ المسترشد میں اور صاحب
القراء والامام توبہ لشیخ فی تحفۃ المسترشد	کشف الکشاف سوانہ المؤمنین میں نیز صاحب
وصاحب موائد الجنان وغیرہ من	مرآۃ الجنان اور دوسرے متبحر علماء بیان
العلماء المتبحرین۔ انتہی	کر چکے ہیں۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تابعیت کے سلسلے میں صحابہ سے ان کی معاشرت اور روایت کی بحثیں تو مکمل ہو چکی ہیں، اب صحابہ سے ان کی روایت کا مسئلہ باقی رہ گیا جو اس باب میں سب سے زیادہ معرکہ الامداد ہے۔ بلاشبہ بعض علماء شافعیہ اس بات پر یقین ہیں کہ امام اعظم نے کسی صحابی سے کوئی حدیث نہیں سنی اور انھوں نے اس بحث کو اس دمازدنسی اور بلند آہنگی سے بیان کیا ہے کہ بعض حنفی علماء بھی اس باب میں ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن جو حضرات صحابہ سے روایت کی نفی پر مصر ہیں ان کے پاس بجز عدم علم کے اور کوئی دلیل نہیں ہے، جبکہ ان کے برخلاف مثبتین روایت اپنے دعوے کے ثبوت پر قوی دلائل رکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ علم اور عدم علم یا ہم متعارض نہیں ہوتے۔

حدث ملا علی قاری نے "مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح" کے مقدمہ میں اس بحث کا فیصلہ دو جملوں میں کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں

قل لم یلق احدا منهم . قلت بعض نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی ان میں سے
لکن من حفظ حجة علي من کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں کہتا
لم يحفظ . والمثبت مقدم علی ہوں، جس نے یاد رکھا اس کی بات حجت
الثانی . ہے اس پر جس نے یاد نہ رکھا۔ اور ثابت
کرنے والا نفی کرنے والے پر مقدم ہے۔

۲۲۔ شیخ ابواسحاق شیرازی کے دعوے کی تنقیح

اب اس اجمال کی تفصیل سنئے۔ سابق میں شیخ ابواسحاق شیرازی، شیخ محمد الدین ابن الاثیر جزری، مؤرخ ابن خلکان، وغیرہ کے بیانات ناظرین نے پڑھے ہوں گے کہ یہ حضرات صحابہ سے امام اعظم کی روایت کے قائل نہیں ہیں۔ ان سب کے پیش رو شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی المتوفی ۷۸۶ میں جنھوں نے طبقات الفقہاء میں امام

من الصحابة. انس بن مالك و تحفۃ انس بن مالك ۲۔ عبداللہ بن ابی اوفیٰ

الطفیل غامرین وائلہ وسمیل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہم۔ نیز تابعین کی ایک

کاشفی والقصی وعلی بن الحسین و حسین وغیرہ۔ اور ان حضرات کی تاریخ وفات نہ

یاخذ ابو حنیفہ عن احمد مضمون بھی علم اخذ نہیں کیا اور ابو حنیفہ سے ایک نقلی

غیر هذا الموضع ان شاء اللہ تعالیٰ ہے دوسرے مقام پر ذکر کریں گے۔

یہ شیخ ابواسحاق شیرازی کی اپنی ذاتی رائے ہے انہوں نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں ائمہ جرح و تعدیل میں سے کسی مستند امام کا کوئی قول پیش نہیں کیا ہے۔ شیخ موصوف کا یہ دعوای کئی وجوہ سے عمل نظر ہے ،

۲۳۔ امام صاحب کے مواضعیہ |

لولا تو یہ بات درست نہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں صرف چار ہی صحابہ موجود تھے۔ مخدوم محمد ہاشم محدث سندھی کی اتحاد الکابرہ کے حوالے سے ہم بیان میں اکیس ایسے صحابہ کی فہرست پیش کر چکے ہیں جن کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے زمانہ پایا تھا۔ مولانا محمد حسن سنبل التوفی رحمہ اللہ مؤلف تنسیق النظام فی مسند الامام نے اس فہرست کے علاوہ مزید نو صحابہ اور گنتے ہیں جن کے اسناد گرامی درج ذیل ہیں۔ لے

۱۰۰ نظر به مطبع دارالراشد بیروت مشتمل

۱۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمادیں ۱۰۰ تفصیق نظام طبع کراچی

نام صحابی	سن وفات	آل موتا	مقام وفات
۱. حضرت اسعد بن سہل بن حنیف الانصاری رضی اللہ عنہ	۵۸۶	۴	مدینہ شام
۲. حضرت بسر بن ارطاة القرشی العامری رضی اللہ عنہ	۵۸۳		
۳. حضرت طارق بن شہاب بجلي کونی رضی اللہ عنہ	۵۸۶-۵۸۹		
۴. حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ			
۵. حضرت عبداللہ بن الحارث بن نوفل رضی اللہ عنہ			
۶. حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ	۵۸۶		
۷. حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ	۵۹۲	۶	بصرہ
۸. حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ	۵۹۲		مدینہ
۹. حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ			

اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم نے جن صحابہ کرام کا زمانہ پایا تھا ان کی کل تعداد چار نہیں بلکہ تیس کے قریب ہے۔ اگر مزید تحقیق و جستجو کی جائے تو ممکن ہے کہ اس فہرست میں کچھ اور صحابہ کے اسامہ گرامی کا بھی اضافہ ہو جائے۔

شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ ان چار صحابہ کے نام جو شیخ شیرازی نے دیے ہیں اس کی وجہ ان حضرات کی شہرت، کثرت روایت اور فضیلت ہے بقیہ صحابہ چونکہ ان صفات کے حامل نہ تھے اس لیے ان کا ذکر نہیں کیا گیا لیکن یہ توجیہ بھی کوئی وزن نہیں رکھتی۔ ان حضرات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ تو بلاشبہ متعدد خصوصیات کی بناء پر امتیاز کا مرتبہ کے حامل ہیں اور دیگر صحابہ کے مقابلہ میں ان کی روایتیں بھی زیادہ ہیں لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ جن تین صحابہ کے نام خصوصی طور پر لیے گئے ہیں ان میں اور دیگر صحابہ میں کوئی خاص وجہ امتیاز معلوم نہیں ہوتی بلکہ جن حضرات صحابہ کے اسامہ ترک کر دیئے گئے ان میں بعض ایسے حضرات بھی ہیں کہ جو شرف و منزلت یا کثرت روایت میں ان تینوں حضرات سے بڑھے ہوئے ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہ ان کو صاحب القبلیتین ہونے کا شرف حاصل ہے اور حضرت ابوالامام

اباہلی رضی اللہ عنہ کہ ان کی مرویات دو سو ستر کے قریب ہیں جب کہ مذکورہ اصحاب ثلاثہ میں سے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کی ایک ستر اٹھاسی، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی پچانوے اور حضرت ابو طفیل عامر بن وائلہ رضی اللہ عنہ کی صرف نو ہی روایتیں ہیں۔

ثانیاً ان حضرات صحابہ سے عدم اخذ کا دعویٰ کرنا نفی پر شہادت ہے جو اپنے عدم علم کا اظہار ہے۔ نفی پر کوئی دلیل شیخ موصوف نے پیش نہیں کی ہے۔ ثالثاً یہ بات اور محل تعجب ہے کہ شیخ ابواسحاق شیرازی جیسی شخصیت نہ صرف یہ کہ مذکورہ چار صحابہ سے امام اعظم رحمہ اللہ کی روایت کی قائل نہیں بلکہ ان کے علم کے مطابق امام صاحبؒ نے جماعت تابعین سے سب سے کوئی روایت ہی نہیں کی ہے حد یہ ہے کہ انہیں یہ بھی تسلیم نہیں کہ امام ابو حنیفہ نے امام شعبی سے بھی کوئی روایت کی ہے، حالانکہ ان کا شمار امام صاحب کے مشہور ترین شیوخ حدیث میں ہے اور حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ امام صاحبؒ کی اکثر و بیشتر روایات کبار تابعین ہی سے ہیں۔ امام شعبی کے بارے میں تو حافظ شمس الدین ذہبی نے بصراحت لکھا ہے: **وہو اکبر شیخ لابی حنیفہ۔** امام شعبی امام ابو حنیفہؒ کے بہت بڑے شیخ ہیں۔

۱۰

امام ابراہیم نخعی کا انتقال ۱۵۰ھ میں اور امام زین العابدین کا ۱۲۰ھ میں ہوا۔ ان دونوں حضرات سے اگر امام صاحب کو براہ راست استفادہ کا موقع نہ مل سکا تو کیا ہوا تابعین کی ایک بڑی جماعت سے امام صاحب نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ابراہیم نخعی امام صاحب کے استاذ الاستاذ ہیں، ان کے علم کے سب سے بڑے حامل امام صاحب ہی تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی کی بدولت آج ابراہیم نخعی کی فقہ زندہ ہے۔ اسی طرح حضرت زین العابدین کے دونوں صاحبزادگان امام محمد باقر اور حضرت زید علیؑ اور ان کے پوتے امام جعفر صادق کا شمار امام ابو حنیفہ کے اکابر شیوخ میں ہے۔

اللہ علیہم اجمعین

۲۴۔ ابن الاثیر کی ابواسحاق شیرازی کے دعویٰ کو مدلل کرنے کی ناکام کوشش |

شیخ ابواسحاق شیرازی کے اس دعویٰ کو علامہ مجدالدین ابوالسفادات مبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۷۵۰ھ نے جامع الاصول میں یہ کہہ کر مدلل کرنے کی کوشش کی ہے کہ اہل نقل کے نزدیک امام صاحب کی روایت صحابہ سے ثابت نہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

وكان في أيام أبي خنيفة	امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں صحابہ میں سے چار
رضي الله تعالى عنه اربعة من الصحابة	حضرات موجود تھے : (۱) انس بن مالک رضی اللہ عنہ
انس بن مالك بالبصرة وعبد الله	بصرہ میں (۲) عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو
بن ابی اوفی بالكوفة وسهل بن سعد	میں (۳) سہل بن سعد ساعدي رضی اللہ عنہ مدینہ میں
الساعدي بالمدينة والبطيل بن عمار	لہ (۴) ابو طفیل عامر بن وائل رضی اللہ عنہ مکہ میں۔
بن وائلة بكة . ولم يلق احدا منهم	اور ان کی نہ ان چاروں میں سے کسی ایک سے
ولا اخذ عنه . واصحابه يقولون	ملاقات ہوئی اور نہ انہوں نے ان سے کوئی روایت
انه لقي جماعة من الصحابة	کی۔ امام صاحب کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ امام صاحب
ورواي عنهم . ولا يثبت	نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات بھی کی ہے
ذلك عند اهل النقل .	اور ان سے روایت بھی کی مگر یہ بات اہل نقل کے
لہ	نزدیک ثابت نہیں۔

غور فرمائیے اس عبارت میں علامہ مجدالدین بن الاثیر نے بعینہ وہی بات دہرا دی ہے جو شیخ ابواسحاق شیرازی ان سے پہلے کہہ چکے ہیں۔ البتہ انہوں نے اس دعویٰ کو مدلل کرنے کے لیے خط کشیدہ الفاظ کا اور اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن یہ بات تب بنتی جب کہ وہ ان اہل نقل کی نشان دہی بھی کرتے کہ جن کے نزدیک امام صاحب کی

لہ تفصیل المتوفى في الفقه والتعرف از شيخ عبدالحق محدث دہلوی ورق ۶۶۔ اس کتاب کے مخطوط کا عکس مولانا محمد عبدالحلیم ہشتی نزل کراچی کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔

صحابہ سے بقا و روایت ثابت نہیں ورنہ جب تک اہل نقل مجہول ہیں عدم ثبوت کا دعویٰ کالعدم۔

۲۵۔ ابن خلکان، یافعی اور صاحب مشکوٰۃ ابن الاثیر کی بلا تحقیق پیروی

علامہ مجد الدین بن الاثیر کے بعد جب قاضی شمس الدین بن خلکان المتوفی ۷۸۱ھ نے وفیات الاعیان میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ لکھا تو بعینہ یہی بات ان الفاظ میں نقل کر دی :

أدرك أبو حنيفة أربعة من الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين .
وهم أنس بن مالك وعبد الله بن أبي اوفى بالكوفة وسهل بن سعد الساعدي
بالمدينة وأبو الطفيل عامر بن واثلة بكة ولم يلق أحدا منهم ولا أخذ
عنده . وأصحابه يقولون لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم . ولم يثبت
ذلك عند أهل النقل . ۱

پھر علامہ یافعی المتوفی ۷۸۱ھ نے جب ”مرآة الجنان“ لکھی تو چونکہ ان کے پیش نظر وفیات الاعیان تھی اس لیے انہوں نے اسی عبارت کو اس طرح نقل کر دیا ہے :

وكان قد ادرك أربعة من الصحابة . هم أنس بن مالك بالبصرة
وعبد الله بن أبي اوفى بالكوفة وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة وأبو
الطفيل عامر بن واثلة بكة رضي الله عنهم . قال بعض أصحاب التاريخ
ولم يلق أحدا منهم ولا أخذ عنه . وأصحابه يقولون لقي جماعة من
الصحابة وروى عنهم . قال ولم يثبت ذلك عند النقاد . ۲

اسی طرح صاحب مشکوٰۃ کا مآخذ بھی جامع الاصول ہے چنانچہ انہوں نے بھی
الاکمال فی اسماء الرجال میں امام صاحب کے ترجمہ میں ابن الاثیر ہی کی عبارت نقل
کر دی ہے جو ذریعہ ذیل ہے :

وكان في أيامه أربعة من الصحابة . أنس بن مالك بالبصرة و

عبد اللہ بن ابی اوفیٰ بالكوفۃ و محمد بن سعد الساعدی بالمدينة و ابو

الطفیل عامر بن وائلۃ بکۃ و لم یلق احدا منهم و لا اخذ عنهم . ۵۷

۲۶۔ بلا تحقیق نقل در نقل کے بارے میں ابن حجر کی تصریح

ہمیں اس نقل در نقل پر حافظ ابن حجر عسقلانی کی وہ بات یاد آتی ہے جو انھوں نے مقدمہ فتح الباری میں صحیح بخاری کی احادیث کی تعداد پر بحث کرتے ہوئے پھلپل کی غلط شماری کی بابت لکھی ہے۔

ان کثیرا من المحدثین وغیرہم
یسترجعون بنقل کلام من یتقدم
مقلدین لہ و یكون الاول مالتق
ولا حذر بل یتبعونہ تحسینا
للظن بہ والافتان بخلاف
ذلت . ۵۸

بلاشبہ بہت سے محدثین وغیرہ اپنے پیشرو
کی تقلید کرتے ہوئے اس کے کلام کو نقل کرنے
میں راحت محسوس کرتے ہیں حالانکہ پہلے شخص نے
اتقان و تحقیق سے کام نہیں لیا ہوتا ہے مگر یہ بعض
عسقلانی کی بناء پر اس کی اتباع کیسے چلے جاتے
ہیں حالانکہ تحقیق اس کے برخلاف ہوتی ہے۔

۲۷۔ بلا تحقیق تقلید کی خرابی

یہاں بھی یہی صورت ہے، شیخ شیرازی نے اپنے ظن و تخمین سے ایک بات
خلاف تحقیق لکھ دی، شیخ ابن الاثیر نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے اسے ارباب نقل کا
قول سمجھ لیا، بعد کے ۲ نے والے مؤرخین نے ابن الاثیر پر اعتماد کرتے ہوئے بغیر تحقیق ان
کی تقلید شروع کر دی اور یوں ایک غلط بات متعدد کتابوں میں نقل در نقل ہوتی چلی
آئی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ شوافع کا ایک گروہ اور بعض احناف بھی امام اعظم کی صحابہ سے
روایت نہ کرنے کے قائل ہو گئے۔

۲۸۔ ابن الاثیر کی بے اصولی

نظر کو بلند کر لیں، بالفرض ارباب نقل کا ایک گروہ امام اعظم کی صحابہ سے روایت
کا منکر ہر تب بھی ان کی رائے کی اصحاب ابو حنیفہ کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے اس
لیے کہ تاریخ کا یہ مسئلہ کلیہ ہے کہ ہر شخص کے حالات سے اس کے اصحاب و دوسروں

کی یہ نسبت زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ لہذا اصحاب ابو حنیفہ کے مقابلے میں دوسرے
ارباب نقل کے بیانات کو ترجیح دینا اصول روایت اور اصول روایت دونوں کے
خلاف ہے کہ

أهل البيت ادعى بها

خود علامہ محمد الدین بن الاثیر نے بھی جن کے قول کو بطور دستاویز پیش کیا ہے امام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمہ کے آخر میں اس اصول کو تسلیم کر لیا ہے۔ چنانچہ امام صاحب پر
مطالعین کی تردید کرتے ہوئے خود ان ہی کے قلم سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے ہیں:
وامصاحبہا اخیرو بحالہ۔ امام صاحب کے اصحاب ان کے حال سے

نایاب واقفیت رکھتے ہیں۔

۷

۲۹۔ علامہ قہستانی کا ابن الاثیر پر رد

لہذا خود ان کی تصریح کے مطابق فیصلہ اصحاب ابو حنیفہ کے حق میں ہونا چاہیے اسی
یہ علامہ شمس الدین محمد قہستانی "شرح نقایہ" کے مقدمہ میں محمد الدین بن الاثیر کی اس
جہالت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ولا یضرب ما فی جامع الاصول امام صاحب کے اکابر تابعین میں شمار ہونے کو
ان ذلک مما لا یشیت فامہ قال یہ امر متغریض کہ جامع الاصول میں یہ لکھا ہے کہ یہ
آخر کلامہ ان اصحابہ اعلم بات ثابت نہیں۔ کیونکہ خود مصنف جامع الاصول
بحالہ من غیرہم۔ فالرجوع نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب
الی ما نقلوہ عند اولی من امام صاحب کے حالات سے دوسروں کی نسبت
غیرہم۔ زیادہ واقف ہیں لہذا اس بارے میں خود ان ہی
کے اصحاب جو نقل کرتے ہیں اس کی طرف رجوع کرنا غیروں کی طرف رجوع کرنے سے بہتر ہے۔

۷

۳۰۔ ابن الاثیر اور ابن خلکان کے متعلق عینی کی تصریح

لہذا عقل اور نقل دونوں کا یہ تقاضا ہے کہ اس بحث میں اصحاب ابو حنیفہ کے اقوال کو ترجیح دی جائے۔ اب ظاہر ہے جو بات عقل و نقل اور روایت و درایت دونوں کے اصولوں پر صحیح نہ ہو اور پھر اس کی صحت پر اصرار کیا جائے تو اس کو بحر تعصب کے اور کیا کہا جائے گا۔ اسی لیے علامہ عینی نے تشریح معانی الآثار میں ابن الاثیر اور ابن خلکان کی اس روش کو تعصب کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں :

و اما قول ابن الاثیر وابن خلکان
ومن سلك مسلکهما من ان
ابا حنیفۃ لم یلق احدا من الصحابۃ
ولا اخذ عند فذلک من باب
التعصب المحض . ۱
اور ابن الاثیر اور ابن خلکان ادا ان لوگوں
کا جو ان کی روش پر چلے ہیں یہ کہنا کہ امام ابو حنیفہ
کی نہ تو کسی صحابی سے ملاقات ہوئی ہے اور نہ
انہوں نے کسی صحابی سے کوئی روایت کی ہے
محض تعصب کا نتیجہ ہے۔

متقدمین ائمہ نقل میں ہیں ایسے حضرات کے نام تو معلوم ہیں جو صحابہؓ سے
امام اعظمؒ کی روایت کو ثابت کرتے ہیں جیسے سید الحافظ یحییٰ بن المعین التوفیؒ ۲۳۳ھ
کہ انہوں نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ بنت محمد رضی اللہ عنہا سے امام صاحبؒ کا
سماع حدیث بیان کیا ہے۔ اسی طرح محدث ابو حامد محمد بن ہادون حضرمی التوفیؒ ۳۱۷ھ کہ
انہوں نے ایک مستقل جردہ اسی موضوع پر تالیف کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے
صحابہ سے براہ راست کیا کیا روایتیں کی ہیں۔ اسی طرح محدث ابو القاسم علی بن محمد المعروف
بابن کاس نخعی التوفیؒ ۳۲۲ھ جنہوں نے صحابہ سے امام اعظمؒ کی روایت کو علماء کا
شفقت فیصلہ قرار دیا ہے۔

۳۱۔ متاخرین محدثین نامور حضرات اور اس مسئلہ میں ان کی تحقیقات

لیکن منکرین روایت کے سلسلہ میں ہمیں نہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہم عصر
حضرات کی کوئی تصریح ملتی ہے نہ ان کے تلامذہ کے دور میں کسی صاحب کا بیان
ملتا ہے نہ مفسرین صحاح ستہ یا ان کے شیوخ کے طبقے میں کوئی صاحب نفی کرتے

نظر آتے ہیں، نہ ارباب صحاح ستہ کے تلامذہ میں کسی شخص کا بیان اس بارے میں ہماری نظر سے گزرتا ہے، یہاں تک کہ متقدمین کا دور ختم ہو کر متاخرین کا دور شروع ہو جاتا ہے جن کے سرفہرست حافظ ابن صلاح کی تصریح کے مطابق ان سات حضرات کے نام ہیں :-

- ۱۔ حافظ ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ
- ۲۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ
- ۳۔ حافظ مصر عبد اللہ بن سعید مصری المتوفی ۴۱۵ھ
- ۴۔ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی المتوفی ۴۲۳ھ
- ۵۔ حافظ ابوبکر احمد بن الحسين بیہقی المتوفی ۴۵۰ھ
- ۶۔ حافظ مغرب ابو عمر بن عبد البر النمری المتوفی ۴۶۳ھ
- ۷۔ حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ

ان حضرات میں صرف دارقطنی اور خطیب دو بزرگ ایسے ہیں جو اپنے اساتذہ اور معاصرین حفاظ حدیث کے برخلاف اس زمانے کا اظہار کرتے ہیں کہ امام اعظم کا سماع کسی صحابی سے ثابت نہیں۔ چنانچہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں حدیث طلب العلو فریضۃ علی کل مسلم کو بسند روایت کرتے کے بعد کہ جس میں امام صاحب کا حضرت انس سے سماع مذکور ہے، یہ تصریح کی ہے :

ولا یثبت لابی حنیفة سماع	امام ابو حنیفہ کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
من انس بن مالک . والله اعلم	سے سماع ثابت نہیں ہے، واللہ اعلم۔ ہم سے علی
حدثنی علی بن محمد بن نصر قال	بن محمد بن نصر نے بیان کیا کہ میں نے حمزہ بن
سمعت حمزة بن یوسف السہمی	یوسف سہمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ دارقطنی سے
یقول مثل ابوالحسن الدارقطنی، و	یہ سوال کیا گیا کہ آیا امام ابو حنیفہ کا حضرت انس
انا اسمع . عن سماع ابی حنیفة	رضی اللہ عنہ سے سماع صحیح ہے؟ تو انہوں نے

عن انس یصح ؟ قال لا ولا رویتہ

لم یلق ابوحنیفۃ احدا من

الصحابۃ . ۱۱

خطیب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں دارقطنی کا یہ قول پیش کیا ہے۔ اگرچہ علامہ کوثری نے "تاریخ الخطیب" میں دارقطنی کی اس عبارت کی صحت پر شبہ کا اظہار کیا ہے، ان کے نزدیک اس شبہ کی دو وجہیں ہیں، ایک تو یہ کہ خطیب نے خود "تاریخ بغداد" میں اس امر کا صاف اقرار کر لیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ اور یہاں اپنے ہی دعوے کے برخلاف دارقطنی سے عدم روایت کی تصحیح نقل کر رہے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دارقطنی کی اصل عبارت میں مطبوعہ نسخہ میں تحریف ہو گئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

واقرار الخطیب هنا بروایتہ انما
یدل علی ان ما یعزى الی الخطیب
فی (۴-۲۸) من انه حکى عن حمزة
السہمی انه قال (رسئل الدارقطنی
عن سماع ابی حنیفۃ من انس هل
یصح قال لا ولا رویتہ) ما غیرتہ
یدائمتہ وکم لم یصح المطبع من
اجرام فی الکتاب وکان اصل الکلام
رسئل الدارقطنی عن سماع ابی
حنیفۃ من انس هل یصح ؟
قال لا (الاروایتہ) فغیرتہ

خطیب نے یہاں امام ابوحنیفہ کی روایت انس رضی اللہ عنہ
کا جو اقرار کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ خطیب کی طرف
(تاریخ بغداد جلد ۴ صفحہ ۲۸ میں) جو یہ الفاظ منسوب ہیں
کہ انھوں نے حمزہ سہمی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب
دارقطنی سے امام ابوحنیفہ کے حضرت انس سے سماع کے
بارے میں استفسار کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ نہ سماع
ہی درست ہے نہ روایت۔ اس جملہ کو کسی خطا کار نے
بدل دیا ہے اور اس کتاب میں مطبع کی تصحیح کرنے والے
کے متعدد جرم ہیں۔ اصل عبارت اس طرح تھی دارقطنی
سے امام ابوحنیفہ کے حضرت انس سے سماع کی صحت کے
بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ سماع

اليد الاثيمة الى ولاذيتہ . . ثابت نہیں ہے البتہ رؤیت ثابت ہے * تو گناہ گار ہوا
لے نے الاذیتہ کو ولاذیتہ سے بدل دیا ۔

دوسرے یہ کہ علامہ سیوطی نے بھی تبیین الصیغہ میں دارقطنی کی اس عبارت کو ان ہی
الفاظ میں نقل کیا ہے۔ ہم نے سابق میں حافظ سیوطی کی ”ذیل الآلی“ کے حوالے سے بھی
دارقطنی کی یہی عبارت نقل کی ہے۔ محدث ابن عراق نے بھی ”تنزیل الشریعۃ المرفوعۃ من اللغات
الشیعیۃ المرفوعہ“ میں حافظ ابن حجر کی ”لسان المیزان“ کے حوالہ سے دارقطنی کی وہی عبارت
نقل کی ہے جو ”ذیل الآلی“ اور تبیین الصیغہ میں منقول ہے۔ لیکن ”لسان المیزان“ کا جو مخطوطہ
نسخہ ہمارے پیش نظر ہے اس میں ”لم یلق ابو حنیفۃ احدا من الصعابۃ“ تک تو منقول ہے
اور بعد کا جملہ ”انما رای انسابینہ ولم یسمع منہ“ ساقط ہے۔

حال ہی میں حافظ ابن الجوزی کی ”العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ“ کا ایک جلد
الخط قلمی نسخہ ہماری نظر سے گزرا اس میں تاریخ خطیب کے حوالہ سے یہ عبارت اسی طرح
مذکور ہے جس طرح ”تاریخ بغداد“ کے مطبوعہ نسخہ میں ہے لیکن مولانا عبدالمی صاحب
فرنگی محلی نے ”اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعلیل لیس بدعۃ“ میں دارقطنی کی اس عبارت
کو ان ہی الفاظ میں نقل کیا ہے، جن الفاظ میں حافظ سیوطی کی تبیین الصیغہ اور ذیل
اللالی میں مذکور ہے۔

اس بحث کا اصل تصفیہ تو اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ حافظ حمزہ بن یوسف
سہمی کی کتاب السوالات عن الدارقطنی کا صحیح اور قدیم مخطوطہ ہمارے پیش نظر ہو۔
واضح ہے کہ جس طرح رجال کے متعلق حافظ حمزہ بن یوسف سہمی کا ایک رسالہ

لے تانیب الخلیب صفحہ ۱۵ طبع مصر ۱۳۲۵ ۲ جلد ۱ صفحہ ۲۱، طبع مصر۔

لے ج ۱ اول ص ۲۷۳

لے صفحہ ۲۵۔ اس کا قلمی نسخہ پیر محمد ڈو میں مولانا بدیع الدین کے ذاتی کتب خانے میں ہمارا
نظر سے گزرا ہے۔

ہے جس میں انھوں نے دارقطنی سے رِوَاۃ کے متعلق سوالات کیے ہیں، اسی طرح محدث ابو عبد الرحمن محمد بن الحسین سلمیٰ نیشاپوری المتوفی ۳۱۷ھ کا بھی اس موضوع پر ایک رسالہ موجود ہے جس میں مشائخ و رِوَاۃ کے حالات پر موصوف نے بھی دارقطنی سے کچھ سوالات کیے تھے اور ان کو سن کر قلمبند کر لیا تھا۔ اس رسالہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے :-

اخبرنا ابو الفتح محمد بن احمد بن عبد اللہ بن محمد بن اسماعیل
بن سلمہ المعروف بسکریہ الاصبہانی قال قرئ علی الشیخ ابی عبد اللہ
محمد بن الحسین سلمیٰ بنیساہور قاتر بہ قال سمعت ابا الحسن علی
بن عمر بن احمد النہدی الحافظ .

اس رسالہ میں بھی ابو عبد الرحمن سلمیٰ نے دارقطنی سے امام ابو حنیفہ کی صحابہ سے رِوَاۃ کے بارے میں جو استفسار کیا ہے وہ حسب ذیل الفاظ میں منقول ہے :

وسألتہ هل یصح سماع ابی حنیفۃ عن انس ؟ فقال لا یصح
سماعہ عن انس ولا عن احد من الصحابۃ ولا یصح لدنویۃ
انس ولا لدنویۃ احد من الصحابۃ .

میں نے دارقطنی سے سوال کیا کہ کیا امام ابو حنیفہ کا شخص انسؓ سے سماع ثابت ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ نہ تو حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ سے ان کا سماع ثابت ہے اور نہ ہی کسی اور صحابی سے نیز ان کے بارے میں نہ حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ کی روایت ثابت ہے اور نہ ہی کسی اور صحابی کی ۔

اب ابو عبد الرحمن سلمیٰ کی کتاب السوالات دیکھنے کے بعد بظاہر یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ حافظ سید علی سے دارقطنی کا قول نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے اور غالباً

۱۔ اس رسالہ کے قلمی نسخہ کا عکس چوہدری عبدالعزیز صاحب کلکٹر کسٹم کراچی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ ۲۔ باب الزن

دارقطنی امام اعظم کے بارے میں نہ صحابہ سے روایت کے قائل ہیں اور نہ روایت کے بہر حال خلاصہ بحث یہ ہے کہ دارقطنی، خلیب بغدادی اور ابن الجوزی تینوں حضرات صحابہ سے امام اعظم کے سماع کے قائل نہیں ہیں۔ ان میں ابن الجوزی خلیب سے ناقل ہیں اور خلیب کا دار و مدار دارقطنی کی مذکورہ تصریح پر ہے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ خلیب اور ابن الجوزی دارقطنی کی ایک بات کو تو جانتے ہیں مگر دوسری بات تسلیم نہیں کرتے۔ یعنی دونوں حضرات اس امر کا تو اقرار کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا مگر اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں کہ انھوں نے حضرت انسؓ سے کوئی روایت سنی بھی تھی حالانکہ جس بنیاد پر وہ دونوں بزرگ دارقطنی کا فیصلہ روایت انسؓ کے متعلق مسترد کر رہے ہیں، اسی بنیاد پر روایت سے انکار بھی مسترد ہو جاتا ہے۔ طبقات ابن سعدؒ کی وہ روایت جو تابعیت کے ذیل میں گورہ چکی ہے اور جس کی صحت کے حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں معترف ہیں، اس پر غور کیا جائے تو اس میں روایت اور روایت دونوں کا اثبات ہے۔ اس روایت کے اصل الفاظ جو قدوم محمد ہاشم سندھی نے نقل کیے ہیں، یہ ہیں :-

حدثنا العوف سيف بن جابر ہم سے موفی سیف بن جابر قاضی واسطے نے
 قاضی واسطہ قال سمعت ابا حنيفة بیان کیا کہ میں نے ابوحنیفہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ
 يقول قدم انس بن مالك الكوفة حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ذی قعدہ میں تشریف
 ونزل الفتح وكان يخطب بالحمرة آئے اور بڑا مجمع میں آئے۔ وہ سرخ خضاب
 وقد سأيت مراراً لگاتے تھے۔ میں نے ان کو متعدد مرتبہ پوچھا ہے۔

اس حدیث میں امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں آمد اور عذر منی مجمع میں ان کے نزول کی خبر دینے کے بعد ان کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ وہ سرخ خضاب لگاتے تھے۔ یہ ان کے فعل کی خبر ہے، جو حدیث فعلی موقوف ہوئی۔ اصول حدیث

کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ صحابی کے قول، فعل اور عمل کا بیان بھی حدیث ہی کا ایک جزو ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایسی حدیث موقوف کہلاتی ہے۔ صحابہ سے امام ابو حنیفہ کی روایت کے ثبوت کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حدیث مرفوعہ کی روایت نہ کی حدیث موقوف کی روایت کی۔ لیکن روایت بہر حال ہو گئی۔

علاوہ ازیں یہ ایک حقیقت ہے کہ دارقطنی اور خطیب دونوں بزرگ امام اعظم کے فضائل و اہمیت کے انکار میں پیش قدم ہیں۔ امام اعظم کے خلاف ان دونوں حضرات کا تعصب مشہور ہے اور خود ان کی تصانیف اس پر شاہد ہیں۔ جرح و تعدیل کا یہ مسئلہ اہم ہے کہ انکار فضیلت کے سلسلے میں کسی مستعصب یا مؤانہ کی بات قابل قبول نہیں۔

مذکورہ بالا سات حضرات میں حافظ ابونعیم اصفہانی بھی ہیں جنہوں نے مسند ابی حنیفہ میں ایک مستقل باب صحابہ سے امام ابو حنیفہ کے سماع کے بیان میں قائم کیا ہے، جس کے الفاظ ہیں :

ان صحابہ کا تذکرہ جن کو امام ابو حنیفہ نے دیکھا ہے اور ان سے روایت کی ہے۔

ذكر من رأى ابو حنيفة من

المصاحبة وروى عنهم

اور اس کے تحت لکھتے ہیں :

امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی

اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن الحارث الزبیدی

سے روایت کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اسلمی رضی اللہ عنہ

سے بھی روایت کی ہے۔

مرؤی عن انس بن مالك

وعبد الله بن الحارث الزبیدی

ويعقوب بن عبد الله بن ابي اوفی

الاسلمی .

اسی بزم ہفت گانہ کے ایک اور رکن حافظ ابن عبد البر اندلسی بھی ہیں جنہوں نے کتاب الکفی میں تصریح کی ہے:

وسمع من عبد اللہ بن الحارث
امام ابو حنیفہ نے حضرت عبد اللہ بن الحارث بن
بن جزم فیحد بذات من التابعین جو اسے حدیث کا سماع کیا ہے ہذا اس بنا پر
وہ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔

۱۰

وسعت نظر اور امامت فن کے اعتبار سے ان دونوں حضرات کا پایہ دار قطنی اور خطیب سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ان میں کوئی حنفی بھی نہیں ہے۔ حافظ ابونعیم اصفہانی شافعی ہیں اور حافظ ابن عبد البر مالکیہ کے امام ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ دار قطنی اور خطیب کے اساتذہ میں بہت سے محدثین ہیں جو صحابہ سے امام ابو حنیفہ کی روایت کی صاف الفاظ میں تصریح کرتے ہیں، چنانچہ محدث ابوالعالم علی بن کاس حنفی المتوفی ۳۳۰ھ جو دار قطنی کے استاد ہیں، فرماتے ہیں:

من فضائلہ انہ رزی عن
امام ابو حنیفہ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ انہوں
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے روایت
فان العلماء اتفقوا علی ذلك
کی ہے، علماء کا اس امر پر اتفاق ہے، البتہ صحابہ
واختلفوا فی عددهم فمنہم من
کی تعداد کے بارے میں مختلف آراء ہیں بعض چھ
قال انہم ستۃ وامرأۃ ومنہم من
صحابی اور ایک صحابی بیان کرتے ہیں جب کہ بعض
قل خمسۃ وامرأۃ ومنہم من
پانچ اور ایک صحابی اور بعض سات اور ایک صحابی
قال سبعة وامرأۃ . ۱۱
بتاتے ہیں۔

۱۲ التعلیقات علی ذب و بیات الدراسات - جلد ۲ صفحہ ۲۲۲

۱۳ رسالہ فی مناقب الائمة الاربعہ - قلمی محفوظ کتب خانہ عارف حکمت نمبر ۲۵۲ (کتب التوائخ)
یہ رسالہ حسن بن حسین بن احمد الطولونی کی تصنیف سے جو حافظ زین الدین تاج الدین بن طولون
کے شاگرد ہیں۔

محدث ابن کاس تختی کی تصریح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ سے امام اعظم کی روایت کا مسئلہ ان کے دور تک علماء میں مختلف تیار نہیں تھا۔

اسی طرح دارقطنی کے مشہور اساتذہ میں حافظ ابوبکر محمد بن عمرو بن جعابی المتونی ^{۳۵۵} بھی ہیں، جو اپنی کتاب "الانتصار لمذہب ابی حنیفہ" میں صحابہ سے امام اعظم کے سماع کی تصریح کرتے ہیں۔ دارقطنی کے ایک اور استاذ محدث ابو حامد ضمری نے تو امام اعظم کی صحابہ سے مرویات پر مشتمل احادیث کو ایک مستقل رسالہ میں جمع کر دیا ہے، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

خطیب کے اساتذہ میں محدث ابو عبد اللہ حسین بن علی صمیری المتونی ^{۳۳۱} نے اپنی کتاب "انباء ابی حنیفہ واصحابہ" میں امام ابو حنیفہ کے صحابہ سے سماع پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے :

من لقی ابو حنیفۃ من الصحابۃ وما رواہ عنہم رضی اللہ عنہ وعنہم

اسی طرح خطیب کے اساتذہ میں امام احمد بن الحسین القدوری المتونی ^{۳۳۸} نے شرح مختصر کرخی میں صحابہ سے امام اعظم کی روایت کی تصریح کی ہے۔ مذکورہ محدثین و حفاظ کے علاوہ متقدمین اور متأخرین کی ایک بڑی جماعت نے صحابہ سے امام اعظم کی روایت کا اثبات کیا ہے۔ لہذا علماء کے ایک جم غفیر کے اثبات کے مقابلہ میں دارقطنی اور خطیب بغدادی کے انکار کی کیا حیثیت ہے، جب کہ اس پر سرے سے کوئی دلیل بھی موجود نہیں ہے۔

۳۲۔ اثبات روایت صحابہ میں نامور محدثین کی مستقل تالیفات

اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر بعض اکابر علماء نے جن میں بعض بڑے پایہ کے محدث اور حافظ حدیث بھی ہیں، امام صاحب کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث

سلسلہ محدث صمیری کی اصل کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ مجلس علمی کراچی میں موجود ہے۔

پر مستقل جُزء تالیف کیے ہیں۔ اس سلسلہ میں جن حضرات کی تالیفات کا پتہ چل سکا ہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

- ۱۔ محدث ابو حامد حضرمی المتوفی ۲۲۱ھ
- ۲۔ ابو الحسین علی بن احمد عیسیٰ النہقی (آخر قرن رابع)
- ۳۔ امام عبد الرحمن بن محمد سرخی المتوفی ۲۳۹ھ
- ۴۔ حافظ ابو سعد سمان المتوفی ۲۴۳ھ
- ۵۔ محدث ابو معشر عبد الکریم طبری المتوفی ۲۴۸ھ
- ۶۔ حافظ عبد القادر قرشی المتوفی ۲۵۵ھ

اب ان حضرات کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے :-

ابو حامد حضرمی

محمد نام، ابو حامد کنیت، تخرمی اور بُعْرانی نسبت۔ تخرمی کی بہ نسبت بُعْرانی سے زیادہ مشہور ہیں۔ شجرۂ نسب یہ ہے :

محمد بن ہارون بن عبد اللہ بن حمید بن سلیمان بن میاح الحضرمی
الْبُعْرانی۔

بعض علماء نے ان کی تاریخ ولادت ۲۲۳ھ بیان کی ہے لیکن خلیب بغدادی نے خود ان کی زبانی بصراحت نقل کیا ہے کہ میری ولادت ۲۲۵ھ میں ہوئی تھی۔ علامہ سمعانی نے بھی کتاب الانساب میں ان کی تاریخ ولادت یہی نقل کی ہے اور بُعْرانی نسبت کے تحت سب سے پہلے انہیں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن الانساب کے موجودہ نسخہ میں بُعْرانی کی تفصیل کی جگہ بیان ہے۔ البتہ ابن منظور افریقی نے لسان العرب میں مادہ "بر" کے تحت لکھا ہے کہ "بنو بُعْران" ایک قبیلہ ہے۔ اور علامہ زبیدی تاج العروس میں رقمطراز ہیں :

وبنو بُعْران حتی کذا فی اللسان بنو بُعْران جیسا کہ لسان العرب میں تصریح ہے
وابو حامد محمد بن ہارون ایک قبیلہ ہے اور ابو حامد محمد بن ہارون بن عبد اللہ
بن عبد اللہ بن حمید البعراف بن حمید بُعْرانی نفع ہار بغداد کے رہنے والے

بالفتح بغدادی ثقة روى عنه ثقة تھے۔ دارقطنی نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

حافظ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ ارباب صحاح ستہ کے ہمزمان ہیں اور بہت سے شیوخ سے روایت حدیث میں ان کے ساتھ شریک بھی ہیں اور باوجود اس امر کے امام بخاری کے سامنے بھی زانوئے تلمذ کیا ہے۔ ان کے بعض مشہور شیوخ حدیث کے اسناد گرامی یہ ہیں ۱۔

۱۔ خالد بن یوسف سمی ۲۔ نصر بن علی الجہضمی ۳۔ ولید بن شجاع سکونی ۴۔ عمرو بن علی ۵۔ اسحاق بن ابی اسرائیل ۶۔ ابومسلم واقدی ۷۔ محمد بن بشار ابوبکر بندار۔

ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں شاہر محدثین کے اسناد گرامی یہ ہیں ۱۔

۱۔ حافظ دارقطنی۔ چنانچہ ”سنن دارقطنی“ میں ان سے بکثرت احادیث منقول ہیں۔ ۲۔ محمد بن اسماعیل وراق ۳۔ ابوبکر بن شاذان ۴۔ ابوجعفر بن شاہین ۵۔ یوسف بن عمر القواس۔ ابو حامد حصرمی

ابو حامد حصرمی بڑے پایہ کے محدث اور نہایت ثقہ تھے۔ حافظ دارقطنی نے ان کو محدثین ثقات میں شمار کیا ہے۔ ۲۔ ہی طرح ان کے دوسرے شاگرد یوسف بن عمر القواس نے بھی ان کو اپنے ثقہ شیوخ کی فہرست میں درج کیا ہے۔ ان کا انتقال محرم الحرام ۳۲۱ھ میں ہوا۔ ۳۔

صحابہ سے امام ابو حنیفہ کی روایت پر مشتمل ان کا مجتہد حافظ ابن جریر مستطانی کی ملجم الفہرس اور حافظ ابن طولون دمشقی المتوفی ۹۵۳ھ کی الفہرست الاوسط کی مرویات میں داخل ہے۔ ۴۔

۵۔ ملاحظہ ہو سنن دارقطنی صفحہ ۹۱ طبع قاہرۃ دہلی ۱۳۵۷ھ ان کے ترجمہ کے بے ملاحظہ ہو تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن ہارون۔ کتاب الانساب لسماعی نسبت قبرانی۔ تنائج الکردس، مادہ تبر۔ ۶۔ ابن ماجہ اور علم حدیث صفحہ ۱۱۸۔

۲۔ ابوالحسین علی بن احمد بن عیسیٰ التہقی

انہوں نے بھی امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث پر ایک مستقل جُزء تالیف کیا ہے۔ یہ جُزء حدیث میں متداول رہا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی المعجم المفہرس اور حافظ ابن طولون کی الفہرست الاوسط کی مرویات میں ہنفقی کا جُزء بھی شامل ہے۔ محدث خواندہ می نے بھی جامع مسانید الامام الاعظم میں اس جُزء کی روایت کو نقل کیا ہے۔ ۱۷

ہنفقی کا ترجمہ کتب تاریخ و رجال میں باوجود تلاش کے ہمیں نہیں مل سکا۔ یہ طبقہ میں امام ابو بکر سرخسی سے پہلے ہیں۔

۳۔ امام عبدالرحمن بن محمد سرخسی المتوفی ۳۹۹ھ

عبدالرحمن نام، ابو بکر کنیت اور سرخسی نسبت ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:-
ابو بکر عبدالرحمن بن محمد بن احمد السرخسی۔

یہ بڑے بلند پایہ فقیہ اور محدث تھے۔ قاضی القضاۃ دامغانی کے ہم طبقہ ہیں امام ابوالحسن قدوری کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کے فضل و کمال کی بنا پر قاضی مالک الملک عبدالوہاب بن منصور ابن المشتري نے شافعی ہونے کے باوجود ان کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ علم و فضل کے ساتھ ساتھ انتہائی عابد و زاہد بھی تھے۔ حافظ عبدالقادر قرشی الجواہر المصنیۃ میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكان يذاوم الصوم وعرف به صائم الدهر تته اذ زهد وجاهد نفس في مشهور

بالزهد وكسر النفس۔ تھے۔

صاحب تصانیف ہیں۔ ان کے تذکرہ نگاروں نے ان کی تالیفات میں کتاب التجرید اور مختصر المختصرین دو کتابوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ان کی تاریخ وفات ۲۳ رمضان المبارک ۳۹۹ھ ہے۔ ۱۸

۱۷ ابن ماجہ اور علم حدیث صفحہ ۱۱۸ ۱۱۹ امام سرخسی کے ترجمہ کے لیے علامہ الجواہر المصنیۃ فی طبقات الفقہ ازما عبدالقادر قرشی محدث الملک التراجیم از حافظ قاسم بن قطربا۔

انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی صحابہ سے روایت کے سلسلہ میں جو جُزء تالیف کیا تھا اس کو صدر الکتاب موفق بن احمد کی نے مناقب الامام الاعظمؒ میں اور محدث سبط ابن الجوزی نے الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح میں روایت کیا ہے۔ ۱۷
حافظ ابو موسیٰ مدینی المتوفی ۵۸۱ھ نے معرۃ الصحابہ کے نام سے حافظ ابو نعیم اصفہانی کی کتاب پر جو ذیل لکھا ہے اس میں بھی جُزء الشریعہ کی ایک روایت مذکور ہے۔ ۱۸

۴۔ حافظ ابوسعید سمان المتوفی ۲۲۳ھ

اسماعیل نام ، ابوسعید کنیت اور سمان کی نسبت سے مشہور ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے :-

ابوسعید اسماعیل بن علی بن الحسین بن زنجویہ الرازی ۔

فقہ ، مؤرخ ، اصولی ، لغوی اور مشہور حافظ حدیث ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے جس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے :

الحافظ الکبیر المتقن ابوسعید اسماعیل بن علی بن الحسین ۔

ان کے شیوخ حدیث کی تعداد کئی ہزار ہے۔ طلب حدیث میں بلاد شام و حجاز و مغرب کو پے سپر کیا۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں :

دخل الشام والحجاز والمغرب ۔ ۱۹

حافظ ابن عساکر نے ان کے شیوخ کی تعداد تین ہزار چھ سو بیان کی ہے جن میں سے حسب ذیل حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں :-

۱۔ عبد الرحمن بن محمد بن فضالہ ۲۔ ابوطاہر الخلیص ۳۔ احمد بن ابراہیم بن

فراس مکی ۴۔ عبد الرحمن بن ابی نصر دمشقی ۵۔ ابو محمد ابن نحاس مصری

۱۷ ملاحظہ ہو مناقب الامام الاعظمؒ ج ۲۔ الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح ج ۱

۱۸ ملاحظہ ہو لسان المیزان ترجمہ عائشہ بنت عجرہ

۱۹ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ اسماعیل بن علی ابوسعید سمان

حافظ ابوسعید سمان محدث محمد بن ہارون حنفی کے بھی بیک واسطہ شاگرد ہیں۔

ان سے بھی ایک جماعت کثیر نے حدیث کی روایت کی ہے جن میں (۱) ابو بکر خطیب بغدادی (۲) عبدالعزیز کتانی (۳) طاہر بن الحسین اور (۴) ابو علی الحداد جیسے بلند پایہ محدثین شامل ہیں۔

حافظ ابوسعید سمان کا شمار فقہ، حدیث، رجال، فرائض اور قرأت کے مانے ہوئے ائمہ میں ہوتا ہے۔ حافظ ذہبی کے الفاظ ہیں :

وكان اماما بلاملأفة في
القرأة والحديث والرجال والفرائض
والشروط. عالما بفقہ ابن حنیفة و
بالتألیف بین شافعی و مالکیة و
یہ قرأت، حدیث، رجال، فرائض اور شروط
کے بلامقابلہ امام تھے۔ فقہ حنفی کے عالم تھے۔
فقہ شافعی اور فقہ حنفی کے اختلافی مسائل سے
بھی واقف تھے۔ فقہ زیدیہ بھی جانتے تھے۔
حدیث سے ان کو والہانہ لگاؤ اور تعلق تھا۔ فرماتے تھے :

من لم یکتب الحديث لم یتفرغ
بحلوة الايمان .
جس نے حدیث نہ لکھی اس کے حل تک اسلام
کی مٹھاس ہی نہ پہنچی۔

ان کے علم و فضل کے بڑے بڑے فضلاء اور محدثین معترف رہے ہیں۔ چنانچہ محدث دمشق امام عبدالعزیز بن احمد الکنانی المتوفی ۴۶۶ھ جو ان کے شاگرد رشید بھی ہیں ان الفاظ میں ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں :

كان الستاد من الحفاظ الكبار زاهدا عابدا .

اور محدث عمر علیی فرماتے ہیں :

وكان تاريخ الزمان و شيخ الاسلام .

کثیر التصانیف تھے۔ حافظ ابن عساکر المتوفی ۵۴۶ھ لکھتے ہیں : وصنف کتباً کثیراً ان کی تصانیف میں دس جلدوں پر مشتمل ایک تفسیر بھی ہے جس کا نام البستان فی تفسیر القرآن ہے۔

۱۰ تفصیلات کے لیے حسب ذیل کتابوں میں لان کا ترجمہ وسطہ عریضہ ۱۱ تذکرۃ الحفاظ للذہبی (بقیہ آمدہ منظر)

فقہی مسلک کے اعتبار سے حنفی اور عقائد میں مائل بہ اعتدال تھے۔ حافظ ابن عساکر نے ان کا سلسلہ وفات مشکوٰۃ بیان کیا ہے اور محدث عمر عیسیٰ نے مشکوٰۃ امام اعظم کی صحابہ سے مرویات پر انھوں نے جو جرحہ تالیف کیا ہے اس جرحہ کی روایتیں جامع مسانید الامام الاعظم میں مسند حافظ ابن خسرہ کے حوالہ سے مروی ہیں محدث ابو معشر طبری کے روایت کردہ جرحہ میں بھی آگیا ہے۔ ابو معشر نے اپنے جرحہ کی تمام روایات ابو سعد سمان ہی کی سند سے نقل کی ہیں۔ جرحہ ابو معشر کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۵۵۔۔۔ محدث ابو معشر عبد الکریم الطبری المقرئ الشافعی المتوفی ۳۷۸ھ

عبد الکریم نام، ابو معشر کنیت، طبری نسبت اور مقرئ صفت ہے۔ نسب نامہ یہ ہے۔

ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد بن محمد بن علی بن محمد طبری المقرئ القطان الشافعی۔

حدیث اور قرأت کے مشہور ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اخیر عمر میں مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور وہاں طویل عرصہ تک انھوں نے قرأت کا درس دیا ہے۔ اسی بناء پر انھیں "مقرئ اہل مکہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

متعدد شیوخ سے حدیث کا سماع کیا۔ جن میں (۱) ابو عبد اللہ بن نطیف (۲) ابو النعمان تراب بن عمر (۳) عبد اللہ بن یوسف (۴) ابو الطیب الطبری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان کے تلامذہ حدیث میں حسب ذیل حضرات نامی و نامور گزرے ہیں۔

(۱) ابو بکر محمد بن عبد الباقي (۲) ابراہیم بن احمد الصیمری (۳) ابو نصر

احمد بن عمر الغازی (۴) محمد بن المسیح الفیضی (۵) حسن بن عمر الطبری

(۶) ابو القاسم خلت بن نحاس۔

ابو مشرطبری کا شمار شوافع کے جلیل القدر ائمہ میں ہے علامہ جوزی نے "طبقات القراء" میں ان کا ترجمہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے۔

عبدلکرم بن عبدالصمد بن محمد بن علی بن محمد ابو مشرط الطبری
القطان الشافعی شیخ اہل مکہ امام عارف محقق استاذ کامل ثقہ
صالح

متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ فن قراءت میں ان کی تالیفات میں التلخیص فی
القراءات الثمان اور سوق العروس بہت زیادہ مشہور ہیں۔ دیگر تصانیف میں سے بعض
کے اسما یہ ہیں :-

- ۱۔ کتاب الدرر فی التفسیر
- ۲۔ عیون المسائل
- ۳۔ طبقات القراء
- ۴۔ الرشاد فی السواد فی شرح القراءات الشاذہ
- ۵۔ کتاب العدد

تفسیر ثعلبی کے اس کے مصنف سے براہ راست راوی ہیں اور مسند احمد اور تفسیر
نقاش اپنے شیخ زیدی کی سند سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا انتقال مکہ معظمہ میں ۸۲۸ھ
میں ہوا۔ ۵

امام اعظم کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث پر انھوں نے جو مستقل مجرّد تالیف کیا
ہے وہ حافظ ابن جریر عسقلانی کی المعجم الغریس اور حافظ ابن طولون دمشقی کی الغریست
الاوسط کی مرویات میں داخل ہے۔ ۵ اور علامہ جلال الدین السیوطی نے تبلیغ الصوفیہ میں

۱۔ غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء جلد اول صفحہ ۱۰۱، طبع مطبع سعادہ مصر ۱۳۵۱ھ

۲۔ ان کے ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو (۱) لسان المیزان (۲) طبقات الشافعیہ الکبریٰ للسیکی (۳) غایۃ النہایۃ
فی طبقات القراء للجوزی (۴) معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار للذہبی (۵) العقد الثمین فی تاریخ البلد
الایمن لتقی الدین محمد الحسنی۔

۳۔ ابن ماجہ اور علم حدیث صفحہ ۱۱۸

اس جز کو نقل کر کے اس کی مرویات پر مفصل کلام کیا ہے۔
 امام ابو معشر طبری کا یہ جز سلطان ملک مظفر عیسیٰ بن ابی بکر ایربی المتوفی ۶۲۴ھ
 کی مرویات میں بھی داخل ہے۔ چنانچہ موصوف "السهم المصیب فی الرد علی الخطیب" میں
 رقمطراز ہیں :

فابو حنیفة اورک جماعت من الصحابة
 وما صرحهم ومولده یقتضی ذلک فانه ولد
 سنة ثمانین وعاش الی سنة خمسین ومائة
 فقد امكن اللقاء لوجود جماعة من الصحابة
 فی ذلک العصر وقد جمع روایتہ فی جزء ابو معشر
 عبد الکرم بن عبد الصمد الطبری المقرئ وحق الجزء
 سعنا وروينا الاحادیث الثقیة من سبعة
 اخبرنا به الشيخ الفقیہ ضیاء الدین ابو الخطاب
 عمر بن ایمن بن امرؤ خانس الحنفی قراة علیہ
 بظاهر بیت المقدس بقراة الخطیب بالمجد
 الاقصی یومئذ فی یوم الاحد الثانی والعشرون من
 شهر ربیع الاول سنة ثلاث وست مائة قال انا
 القاضی نجم الدین ابوالبرکات محمد بن علی بن
 محمد الانصاری بخاری قراة علیہ بمدينة
 لسیوط من اصل جماعة فی جادی الاولی سنة احدى
 وثمانین وخمس مائة قال انا القاضی الامام
 ابو الحسن مسعود بن الحسن الیزدی قال انا الشيخ
 الامام ابو معشر عبد الکرم بن عبد الصمد الطبری المقرئ قال

ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا وہ ان کے ہمسر
 تھے ان کا سال ولادت بھی اسی امر کا مقتضی ہے کیونکہ وہ ۸۰
 میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ تک زندہ رہے چنانچہ اس وقت صحابہ کی ایک
 جماعت موجود تھی اس لیے ان کی ان سے ملاقات میں ممکن ہے ابو معشر
 عبد الکرم بن عبد الصمد طبری مقرئ نے امام صاحب کی صحابہ سے روایت کو
 ایک جز میں جمع کر دیا ہے ہم نے اس جز کا ساما کیا ہے اور اس
 جز میں جو سات صحابہ سے حدیثیں مروی ہیں ان کو روایت کیا ہے
 (اس جز کی سند سب ذیل ہے)۔ روز یک شنبہ ۲۲ ربیع الاول ۶۲۴ھ
 کو خطیب مسجد اقصیٰ نے بیت المقدس میں فقیہ ضیاء الدین ابو الخطاب
 عمر بن ایمن بن الامرد خانس حنفی کے سامنے اس جز کو پڑھا اور
 ہم شریک درس تھے۔ فقیہ ضیاء الدین نے کہا کہ ہم نے جمادی الاولی
 ۶۲۴ھ میں اس جز کو قاضی نجم الدین ابوالبرکات محمد بن علی بن
 محمد انصاری بخاری کے شہر لسیوط میں ان کے اصل سامعی نو
 سے پڑھا۔ قاضی نجم الدین نے بتایا کہ میں قاضی امام ابو الحسن مسعود
 بن الحسن یزدی نے بیان کیا۔ امام ابو الحسن فرماتے ہیں کہ میں شیخ
 امام ابو معشر عبد الکرم بن عبد الصمد طبری مقرئ نے فرمایا کہ

هذا ما روى الامام ابو حنيفة
 الثعلبي بن ثابت بن زياد بن يحيى بن
 يزيد بن ثابت الانصاري التميمي بن ثعلبة
 رحم الله تعالى توفي ببغداد سنة خمس و
 مائة من الصحابة رضي الله تعالى عنهم
 اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ١٤

یہ وہ حدیثیں ہیں جو کرام امام ابو حنیفہ ثعلبان بن ثابت
 بن زید بن ثابت بن زید بن یحییٰ بن زید بن ثابت انصاری تمیمی (تمیم بن ثعلبہ
 کی طرف نسبت ہے) رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن کی بنیاد میں
 شمار میں وفات ہوئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 کے روایت کیا ہے۔

۶۔ حافظ عبد القادر قرشی حنفی المتوفی ۷۷۵ھ

مصر کے مشہور حنفی عالم، محدث نحوی، حافظ حدیث، فقیہ اور طبقات حنفیہ پر
 مشہور ترین کتاب الجواہر المصنیۃ کے مصنف ہیں۔ ان کا نام عبد القادر، کنیت
 ابو محمد، قرشی نسبت اور محی الدین لقب ہے۔ سلسلہ نسب کی تفصیل یہ ہے:-
 عبد القادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الرواف القرشی
 محی الدین ابو محمد الحنفی المصری۔

شعبان ۷۷۵ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے مشہور اساتذہ فاضلین سے
 علم حدیث کی تحصیل کی، جن میں حسب ذیل حضرات کے اساتذہ گرامی خاص طور پر قبیل ذکر
 ہیں:-

- ۱۔ رضی طبری ۲۔ ابو الحسن بن صواف ۳۔ حسن بن عمر کردی ۴۔ رشید بن المعلم
 - ۵۔ شریف بن علی ۶۔ عبد العظیم المرسی ۷۔ عبد اللہ بن علی الصنہابی ۸۔ موفقیہ
- ست الاجناس۔

حافظ قرشی نے محدث حسن کردی سے مؤطا اور محدث رشید بن المعلم سے ثلاثیات
 بخاری کا سماع کیا تھا۔ حافظ دیلمی نے بھی ان کو حدیث کی اجازت دی تھی۔ علامہ قرشی
 کا شمار حفاظ حدیث میں ہے چنانچہ حافظ ابن قیث نے "لمنظ الا لحاظ" میں جو تذکرۃ الحفاظ دی

عہ امام ابو حنیفہ کے سلسلہ نسب میں ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ عربی النسل تھے۔ امام ابو معشر طبری نے
 اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

کا ذیل ہے ان کا تذکرہ کیا ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے :

”الامام العلامة الحافظ“

حدث ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ فقیہ، مفتی، محدث اور معترف بھی تھے۔ فقہ سے خصوصی شغف تھا، مدت دراز تک آپ مسند تدریس و افتاء پر فائز رہے۔ بے شمار طلبہ نے جن میں نامور حفاظ حدیث بھی تھے، آپ سے کسب فیض کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کے تلامذہ کی فہرست میں اپنے شیخ حافظ ابو الفضل زین الدین عراقی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ حسب ذیل تصانیف آپ نے یادگار چھوڑی ہیں :-

۱۔ العنایۃ فی تحریر احادیث الہدایۃ ۲۔ الحاوی فی شرح معانی الآثار للطحاوی

۳۔ تہذیب الاسماء الواقعہ فی الہدایۃ والخلاصہ

۴۔ البستان فی فضائل النعمان

۵۔ الرسائل فی تخریج احادیث خلاصۃ الدلائل

۶۔ کتاب فی المؤلفۃ۔ قلوبہم ۷۔ ادب الہدایۃ

۸۔ الدر المنیۃ فی الرد علی ابن ابی شیبہ فیما اوردہ علی ابی حنیفہ

۹۔ الاعتقاد فی شرح الاعتقاد ۱۰۔ شرح الخلاصہ

۱۱۔ مختصر فی علوم الحدیث ۱۲۔ الوفیات

۱۳۔ الجواہر المصنیۃ فی طبقات الحنفیۃ

حافظ ابن حجر نے ان کے خط کی خاص طور پر تعریف کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ ان کا خط نہایت پاکیزہ تھا۔ ماہ ربیع الاول ۷۵۵ھ میں انھوں نے قاہرہ میں انتقال کیا۔ صحابہؓ سے امام ابو حنیفہؒ کی روایات کے سلسلہ میں انھوں نے جو مستقل جز و تالیف کیا ہے اس کے متعلق الجواہر المصنیۃ کے مقدمہ میں امام اعظمؒ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں :

لے ان کے ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو (۱) الدر الکاملۃ فی احیان الناسۃ لابن حجر (۲) خط الاطراف بذیل طبقات الحفاظ لعلی الدین بن فہد کی صفحہ ۵ (۳) مشہدات الذہب فی اخبار من ذہب عبدالحی بن العواد الخلی

و ذکرہ فی هذا الجزر میں نے اس جزر میں ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن
من سبعة من الصحابة و سے امام ابو حنیفہ نے حدیثیں لیں ہیں اور ان کی
من راوی۔ زیادت کی ہے۔

یہ ہیں وہ حضرات جنہوں نے صحابہ سے امام اعظم کی روایت پر مستقل اجزائے تالیف
کیے ہیں۔ ان حضرات کے تراجم سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کس جلالت شان کے حامل
تھے۔ اس پر بھی غور کر لیجئے کہ ان اجزاء کے مدونین میں حنفی بھی ہیں اور شافعی بھی، بلذات
فقہ بھی ہیں اور محدث و حافظ حدیث بھی۔ پھر ان اجزاء کی روایت جیسا کہ سابق میں گزر
چکا ہے محدثین میں متداول بھی رہی ہے۔ حافظ ابن کثیر نے ابدایہ والنہایہ میں امام ابو حنیفہ
کے تذکرہ میں جو یہ الفاظ تحریر کیے ہیں :

و ذکر بعضهم اثنا عشر من سبعة بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے سات

من الصحابة. والله اعلم سے صحابہ سے روایت بھی کی ہے۔

۳۳۔ روایت صحابہ کے اثبات پر حافظ ابن حجر کی تنقید اور اس کا جواب

اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض اجزاء ان کی نظر سے بھی
گزرے ہیں۔ حافظ موصوف نے امام صاحب کی صحابہ سے روایت کی صحت پر نہ تو کوئی ترجیح
کی ہے اور نہ اس بارے میں انہوں نے کسی خدشہ کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن ان کے برخلاف
حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس سلسلہ میں یہ اظہار خیال فرمایا ہے :

وقد جمع بعضهم جزءا فياورد احد بعض حضرات نے صحابہ سے امام ابو حنیفہ

من روایة ابن حنیفہ عن الصحابة نے جو روایتیں کی ہیں ان کے بارے میں مستقل جزر

لکن لا یخلو اسنادها من جمع کیے ہیں لیکن ان کی اسناد ضعف سے خالی نہیں

ضعف۔ ہیں۔

مگر اس کا کیا کیا جائے کہ حافظ صاحب کی یہ جرح مبہم ہے اور اصول حدیث کا مسئلہ
قائدہ ہے کہ جرح مبہم ناقابل اعتبار ہے۔ معلوم نہیں حافظ صاحب کی نظر سے اس موضوع

۱۵ قرجہ ابو حنیفہ بذیل منہ

۱۵ تہمین العید بر حاشیہ کشف الاستار صفحہ ۱۳۲

بلا لفظ لکن لا یخلو اسنادہا من ضعف سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کو ان کی اسانید میں صرف ضعف کی شکایت ہے، وضع و اتہام یا کذب کا وجود ان کی نظر میں بھی ان اجزاء میں سرے سے موجود نہیں ہے اور یہ بھی اصول حدیث کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ مناقب ضعیف روایات سے بھی ثابت ہو جاتے ہیں۔ خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی الاصابہ فی تفسیر الصحابہ میں بہت سے ایسے صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کی صحابیت ایسی ہی روایات سے ثابت ہے۔

چنانچہ الاصابہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :

الی اور دت فی القسم الاول من میں پہلی قسم میں ان لوگوں کو لیا ہوں جن کا مقام
وردت صحبتاً بطریق الروایۃ سواء ہوتا بطریق روایت ثابت ہے خواہ روایت کی سند
کانت الطریقۃ صحیحۃ او حسنۃ او ضعیفۃ۔ صحیح ہو یا حسن ہو یا ضعیف۔

دیکھیے یہاں حافظ صاحب نے صاف اقرار فرمایا ہے کہ وہ قسم اول کے صحابہ میں ایسے لوگوں کا بھی شمار کریں گے کہ جن کی صحبت کا ثبوت بطریق ضعیف وارد ہوا ہے اور یہی حافظ صاحب کی تصریح امام صاحب کی روایت کے بارے میں بھی ہے۔ حافظ صاحب کی ان دونوں عبارتوں کو سامنے رکھ کر خود فیصلہ کر لیجیے کہ جس اصول پر حافظ صاحب کے نزدیک قسم اول کے صحابہ کی صحابیت ثابت ہوتی ہے اسی اصول پر امام صاحب کی روایت صحابہ بھی ان کے نزدیک ثابت ہے۔

کتنے تعجب کا مقام ہے کہ کسی صحابی کی صحابیت کے بارے میں کوئی روایت ضعیف ملے تو ایسے صحابی کو قسم اول میں داخل کیا جائے۔ اور امام اعظم کی صحابہ سے روایت کردہ کسی حدیث میں ضعف ہو تو اس پر جرح مبہم کر کے اس کی اہمیت کو مجروح کر دیا جائے۔ حافظ صاحب کے مشہور شاگرد علامہ سخاوی نے بھی فتح المغیث میں عالی اور نازل کی بحث میں امام صاحب کی "وعدان" کا ذکر کرتے ہوئے یہی طریقہ اختیار کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :-

والوحدان فی حدیث الامام ابی امام ابو حنیفہؒ کی احادیث میں "روایات و حدان" حنیفہؒ لکن بسند غیر مقبول از میں، لیکن غیر مقبول سند کے ساتھ۔ اس لیے کہ معتد المعتمد انہ لا مروایۃ للامام من بات یہی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے کسی صحابی سے احد من الصعابۃ۔ ۱۵ روایت نہیں کی۔

غیر مقبول کے الفاظ بھی ضعف ہی پر دلالت کرتے ہیں، اتہام بالکذب یا وضع کر نہیں بتلاتے یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ عالی اور نازل کی بحث میں جو اصول حدیث کا ایک مستقل عنوان ہے "وحدان" کی مثال میں امام صاحبؒ کی روایات ہی قابل ذکر سمجھی جاتی ہیں۔ کیونکہ محدثین نے امام اعظمؒ کی روایات کی جس و تدوین پر فاضل توجہ دی ہے اور تمام تابعین میں یہ خصوصیت صرف امام ابو حنیفہؒ کو حاصل ہے کہ ان کی ان تمام روایات کو جو صحابہ سے انہوں نے سنی تھیں، بڑے بڑے نامور محدثین نے مستقل طور پر علاحدہ جمع کیا، جن میں سے بعض کے نام ابھی آپ کی نظر سے گزرے۔ بہر حال ان روایات کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ اور ان کے خلیفہ حافظ سخاویؒ جو متاخرین میں بڑے بالغ نظر سمجھے جاتے ہیں اس سے سخت ریاکار پیش نہ کر سکے کہ یہ روایات ضعف سے خالی نہیں۔ اور یہ سن کر شاید تعجب ہو کہ امام صاحبؒ کی "وحدان" ثبوت کے لحاظ سے صحاح ستہ کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ کی "ملائیثات" سے زیادہ قوی ہیں کیوں کہ حافظ سخاویؒ "ملائیثات ابن ماجہ" کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

وخمسة احادیث فی ابن ماجہ اور سنن ابن ماجہ میں پانچ ثلاثی احادیث ہیں،

لکن من طرق بعض المتصیین ۱۵ لیکن وہ بعض مشہم درجوں کی سند سے ہیں۔

اصول حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ مشہم کا لفظ دوسرے درجہ کی جرح ہے اور ضعیف کا لفظ پانچویں درجہ کی۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام ابن ماجہ کی "ملائیثات" صحت کے اعتبار سے امام صاحبؒ کی "وحدان" سے تین درجہ فروتر ہیں۔ اسی لیے جلال الدین سیوطیؒ کو تبیین الضعیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ میں ناچار یہ کہنا پڑا :

هذا اخر ما ذكره المافظ ابن حجر
وحاصل ما ذكره هو وغيره الحكم
على اسانيد ذلك بالضعف وعدم
الصحة لا بالبطلان . وحينئذ
فصل الامر في ايرادها لان
الضعيف يجوز روايته ويطلق
عليها اسنداً واراد كما مترجوا .
۱۰۰

یہ آخری بات ہے جو حافظ ابن حجر نے ذکر کی۔
حافظ صاحب وغیرہ نے اس بحث میں جو کچھ بیان کیا
اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ ان روایات کی اسانید پر
ضعف اور عدم صحت کا حکم لگاتے ہیں اس کو باطل نہیں
کہتے اور اس صورت میں ان روایات کے بیان کرنے
کا مسئلہ آسان ہے کیونکہ حدیث ضعیف کی روایت بھی
جائز ہے اور اس کے بارے میں یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ
روایت آئی ہے چنانچہ ۱۰۰ نے اس مسئلہ کی تصریح کر دی ہے۔

اور اسی لیے حافظ سیوطی نے اپنی مشہور کتاب "معجم الجوامع" میں جو حدیث پر ان کی سب سے
مبسوط ترین تصنیف ہے اور جس کے بارے میں خود ان کی تصریح ہے کہ
ما اوردت فيه حديثاً موضوعاً اتفق
الصحاحون على تركه ورواه . ۱۰۱
میں نے اس کتاب میں کئی موضوعات حدیث درج نہیں
کی کہ جس کے رد اور ترک پر محدثین کا اتفاق ہو۔
حدیث مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ كَفَاهُ اللَّهُ هَكَذَا كَوْنُ رِبِّ قُرطاس کیا ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جس
کو امام اعظم رحمہ اللہ نے براہ راست حضرت انس بن مالکؓ اور عبداللہ بن الحارث بن حبشرؓ
رضی اللہ عنہما سے سُن کر روایت کیا ہے۔ اور ان دونوں حضرات کا شمار مشہور صحابہ میں ہے۔
چنانچہ معجم الجوامع کی اصل عبارت یہ ہے:-

مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ كَفَاهُ اللَّهُ
هَكَذَا وَرِزْقًا مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
الرافعي عن ابي يوسف عن ابن حنيفة
جس نے اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا اللہ تعالیٰ
تمام مصاحبات میں اس کی کفالت کرے گا اور اس کو
دہاں سے مدق دے گا جہاں اس کو دیم و گمان

۱۰۲ صفحہ ۱۳۲ بر حاشیہ کشف الاستار

۱۰۳ واضح رہے کہ صحت محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہے اس کی نفی سے روایت کے حسن ہونے کی بھی نفی
نہیں ہوتی لہذا اس کو بے اصل، باطل یا مرفوعاً قرار دیا جائے۔ پس اتنی بات ہے کہ حدیث ضعیف وقت میں حسن
یا صحیح کے برابر نہیں برا کرتی۔

۱۰۴ مقدمہ لغات شرح مشکوٰۃ الشیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۱۲ طبع مطبع معارف طبرستان ۱۳۹۱ھ

عن انس الخطیب. و ابن العنبرہ
 عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ
 عن ابی خنیفہ عن عبد اللہ بن الحارث بن جریج الزبیری
 بھی نہ ہوگا۔ اس روایت کو رافعی نے بطریق ابی یوسف
 عن ابی حنیفہ عن انس بن مالک عن ابی حنیفہ عن ابی یوسف

۱۔ روایت کیا ہے۔

انصاف سے دیکھا جائے تو امام صاحب کا صحابہ سے روایت کرنے کا مسئلہ اتنا اہم نہ تھا جتنا اُس کو بنا دیا گیا ہے اور پھر ان احادیث کی تحقیق میں کہ جن میں امام صاحب کا صحابہ سے سماع ذکر ہے حد سے زیادہ سختی برتی گئی ہے۔ اگرچہ یہ بات بھی تحقیق طلب ہے کہ ان روایات پر کلام کا فضا کیا تھا اور اس سلسلہ میں کونسا جذبہ کار فرما تھا۔ شافعی مؤرخین کا یہ طرز عمل ہے کہ جب بھی ائمہ حنفیہ کے مناقب کا بیان ہوتا ہے تو ان کے یہاں تحقیقات کے تمام وسائل کھل جاتے ہیں اور ایک ایک بات کو نقد و جرح کی کسوٹی پر پوری طرح پرکھا جاتا ہے لیکن جب اپنے ائمہ کا ذکر چھڑتا ہے تو ساری تحقیقات بالائے طاق رکھ دی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر امام صاحب کی تابعیت کی بحث کو ہی لے لیں۔ حافظ ابن حجر نے روایت صحابہ کا اقرار کیا تو صحابہ سے امام صاحب کی روایت کو ضعیف قرار دے دیا۔ حالانکہ خود حافظ صاحب نے تقریب التہذیب کے مقدمہ میں جو امام شافعی کو ترجیح دے کر بتایا ہے تو اس کے ثبوت میں کسی ایک ضعیف روایت کو بھی پیش نہیں کیا ہے۔ اور اس دعوے کا ثبوت آج بھی ان حضرات کے ذمہ ہے جو حافظ صاحب کے اس دعوے کی تائید کریں۔

۳۴۔ وہ احادیث جو امام صاحب نے صحابہ سے روایت کی ہیں۔

افسوس ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس بحث میں اس جلالت شان کا مظاہرہ نہیں کیا جس کی بجا طور پر ان سے توقع کی جاسکتی تھی۔ اگر حافظ صاحب ذرا غور سے کام لیتے تو ان کے سامنے ایسی حدیثیں موجود تھیں جن کی سندیں صحیح ہیں اور ان میں صحابہ سے امام صاحب کی روایت بصراحت موجود ہے۔ مثال کے طور پر چند حدیثیں ہدیہ ناظرین ہیں۔

۱۔ ملاحظہ ہو کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۰ کتاب العلم من قسم الاقوال، منتخب کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۵ کتاب العلم بر ما فی منہاج ابن منیل طبع مصر۔ اس حدیث کی متن پر تفصیلی بحث آگے آ رہی ہے۔

۳۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام ابو حنیفہ کی روایت

۱۔ طبقات ابن سعد کی مذکورہ سابق روایت کے الفاظ پر ایک مرتبہ پھر غور کر لیجیے، حدیث کا پورا متن مع سند درج ذیل ہے۔

حدثنا النوفی سیف بن جابر ہم سے موفی سیف بن جابر قاضی واسط نے
 قاضی واسط قال سمعت ابا حنیفہ بیان کیا کہ میں نے ابو حنیفہ کو یہ کہتے سنا کہ حضرت
 یقول قدم انس بن مالک الکوفی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ذی میں آئے اور بڑا بچہ
 ونزل النخ وکان یغضب بالحرة میں آئے۔ وہ سرخ خضاب لگاتے تھے اور میں
 وقد مآیت مرارا۔ نے انہیں متعدد بار دیکھا ہے۔

کان یغضب بالحرة حدیث فعلی ہے جس کو امام صاحب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے
 براہ راست روایت کر رہے ہیں۔ اس کی سند کے بارے میں خود حافظ صاحب کو تسلیم ہے کہ
 اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ چنانچہ اسی روایت کو بنیاد بنا کر حافظ صاحب نے امام صاحب
 کی کتابیت کے حق میں فتویٰ دیا ہے۔ لہذا اب یہ کہنا کہ امام ابو حنیفہ کی صحابہ سے جو روایات
 ہیں ان کی اسلاف سے غالی نہیں حافظ ابن حجر عسکری کے شاہان شان نہیں ہے۔

۳۶۔ حضرت عبداللہ بن الحارث بن حزمہ سے امام صاحب کی روایت تفصیلی بحث
 ۱۲۔ پھر معاملہ صرف اسی ایک روایت تک محدود نہیں ہے بلکہ تمام اسے امام صاحب
 کی بعض ایسی رفوع روایتیں بھی موجود ہیں جن کا سلسلہ رواۃ ضعف سے یکسر غالی ہے اور
 وہ صحت کے اعلیٰ معیار کی حامل ہیں چنانچہ حافظ ابو بکر محمد بن عمر بن محمد بن سبرۃ الجعابی
 المتوفی ۲۵۵ھ اپنی کتاب الاستقار لہذہ ابی حنیفہ میں فرماتے ہیں :

حدثنی ابو علی عبید اللہ بن جعفر محمد سے ابو علی عبید اللہ بن جعفر رازی نے اس
 الرازی من کتاب فید حدیث ابی حنیفہ کتاب میں سے جس میں امام ابو حنیفہ کی حدیثیں درج
 حدثنا ابی عن محمد بن سلیمان تمہیں بیان کیا کہ ہم سے ہمارے والد نے محمد بن سلیمان
 ابی یوسف قال سمعت ابا حنیفہ قولا کے والد سے امام ابو یوسف سے بیان کیا کہ میں نے امام ابو حنیفہ کو یہ کہتے

لے اکانف الا کابر برویات الشیخ عبد القادر (قلی) وحمود الخانی فی مناقب الشان باب ثمان
 عہ ماتب کے مطلوبہ نسخہ میں طریقت کی قطع سے عبید اللہ کے بیانے عبید اللہ بن جعفر سے۔

حجبت مع ابی سنان و تسعین و
 لیست مشرقاً سنتاً فانما انا شیخ قد
 اجتمع علیہ الناس فقلت لابی من هذا
 الشیخ قال هذا رجل قد صحب النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم یقال لہ عبد اللہ
 الحارث بن جندب الزبیدی فقلت
 لابی ای شیء منہ قال احادیث
 سمعنا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 قلت قد منی اللہ حتی اوسع
 منہ فتقدم بین یدی فجعل
 یفرج عن الناس حتی وثق منہ
 فسمعت منہ یقول قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم من فقد
 فی دین اللہ کفاه اللہ ہذا
 ومرتداً من حیث لا یحب

برسے ٹٹاکر میں نے سنتے میں جب کہ میری عمر
 سوڑ سال تھی اپنے والد کے ساتھ کیا تو کیا دیکھتا
 ہوں کہ ایک بزرگ کے گرد لوگوں کا مجمع ہے۔ میں نے
 اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ انھوں نے
 جواب دیا کہ یہ وہ صاحب ہیں جنھوں نے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے، ان کا نام عبد اللہ
 بن الحارث بن جندب الزبیدی ہے میں نے اپنے والد سے
 پوچھا کہ ان کے پاس کیا چیز ہے (جو فحش نہ ہے) انھوں
 نے جواب دیا احادیث ہیں جن کو انھوں نے نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میں نے کہا مجھے ان کے پاس لے
 چلے تاکہ میں ان سے حدیثیں سوں، چنانچہ وہ میرے
 آگے بریے اور میرے لیے راستہ صاف کرنے لگے۔ یہاں
 کہیں ان کے قریب ہو گیا اور میں نے ان کو یہ کہتے
 ہوئے ٹٹاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 جس نے اللہ کے دین میں تفتہ حاصل کیا، اللہ تعالیٰ
 تمام معاملات میں اس کے لیے کافی ہو گا اور اس کو
 وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کو وہم و گمان بھی
 نہ ہو گا۔

حافظ ابوبکر جعابی، محدث حاکم نیشاپوری، حافظ ابونعیم اصفہانی اور دارقطنی کے شیخ اور
 مشہور حفاظ حدیث میں ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا مفصل تذکرہ لکھا ہے۔
 حدیث و رجال کے اکابر ائمہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ سند کے باقی کدواۃ یہ ہیں۔

۱۔ ابوطی عید الشریح جعفر رازی ۲۔ جعفر بن محمد رازی

امام ابویوسف کی جلالت شان محتاج بیان نہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ بقیہ حضرات سرگازہ کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ عبید اللہ بن جعفر بن محمد ابوعلی۔ یہ ابن الرازی کے نام سے مشہور ہیں۔ ابوبکر ابن ابی الشیخ کے پڑوسی تھے۔ حدیث کا سماع (۱) عباس بن محمد دودی (۲) ابراہیم بن نصر کندی (۳) حسن بن علی بن عثمان عامری (۴) حسین بن فہم اور ان کے، سمعہ و دیگر محدثین سے کیا ہے۔ تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

(۱) حافظ ابوبکر بن جہازی (۲) حافظ ابن المقرئ (۳) حافظ ابوجعفر عقیلی (۴) سعد بن محمد میرفی (۵) ابوالحسن بن ابیواب (۶) محمد بن عبید اللہ بن شخیر (۷) ابوالعباس بن مکرم (۸) ابن الشلاح۔

ان کا انتقال ۳۲۱ھ میں ہوا۔ حافظ قطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور ان کو ثقت کہا ہے۔ ۱۵

۱۲۔ جعفر بن محمد ابوالفضل الہمدی ارازی۔ یہ عبید اللہ بن جعفر رازی مذکور کے والد اور مشہور محدث عبدالرحمن بن ابی حاتم التوفی ۳۲۲ھ صاحب کتاب الجرح والتعديل کے شیوخ حدیث میں ہیں۔ ابن ابی حاتم نے اپنے وطن ”رے“ میں ان سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ جعفر نے محمد بن سائد کے علاوہ عبدالرحمن و شکی اور یحییٰ بن المغیرہ التوفی ۳۵۲ھ سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں۔ ابن ابی حاتم نے ان کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے

سمعت منه بالري وهو صدوق۔ ۱۶

۱۳۔ محمد بن سائد۔ مشہور المثلثات میں ہیں۔ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں

لکھتے ہیں:

محمد بن سائد بن عبید اللہ بن ہلال قمی کوفی حنفی

القمی الکوفی القاضی العتق صدوق قاضی صدوق ہیں۔ دسویں طبقہ میں ہیں۔ ۲۳۳ھ
 فی العشرة مات سنة ثلاث وثلاثين وقد جازت^{للقية} میں انتقال ہوا۔ ان کی عمر سو سال سے زائد تھی۔

اور تہذیب التہذیب میں رقم طراز ہیں :

وقال القاضي ابو عبد الله الحسين بن علي قاضي ابو عبد الله حسين بن علي ميمري کہتے ہیں :

الميمري ومن اصحاب ابی يوسف ومحمد امام ابو يوسف اور امام محمد دونوں کے اصحاب ہیں

جميعا معدي بن سامة وهو من الحفاظ الثقات محمد بن سامة بھی ہیں، ان کا شمار ثقہ حفاظ میں ہے۔

حافظ ابو نعیم اصفہانی نے امام ابو حنیفہ کی جو مسند لکھی ہے اس میں بھی انہوں نے یہ روایت

اسی اسناد کے ساتھ اپنے شیخ حافظ ابو بکر بن الجعابی سے روایت کی ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ

حسب ذیل ہیں :

حدثنا محمد بن عمر بن سلم البغدادي وكتبته عنه خير حديث وكان في قريته عليه

وافن في الرواية عنه. وحدثني عنه بهذا الحديث خاصة ابو بكر محمد بن احمد

بن عمر ومحمد بن ابراهيم بن علي قال حدثنا محمد بن عمر بن سلم حدثني عبيد الله

بن جعفر الرازي ابو علي عن كتاب ابيه عن محمد بن سامة عن ابی يوسف قال سمعت

ابا حنيفة يقول حجبت. (الحديث)

محمد بن عمر بن سلم بغدادی حافظ ابو بکر بن الجعابی ہی ہیں۔ "مجلس احياء المعارف النعمانية

حيدرآباد دکن کے کتب خانے میں "مسند ابی حنیفہ" لابن نعیم الاصفہانی کے مخطوط کا عکس موجود

ہے۔ اس میں یہ حدیث اسی طرح مرقوم ہے۔ مطبوعہ کتابوں میں سبط ابن الجوزی کی الانتصار

والتزجیح میں بھی یہ روایت "مسند ابی حنیفہ" لابن نعیم الاصفہانی کے حوالہ سے منقول ہے۔ مگر

وہاں طباعت کی غلطی سے عبيد الله کا عبد الله بن گیا ہے جس کی تصحیح مولانا ابوالوفاء افغانی صدر

مجلس احياء المعارف النعمانية کی معرفت مجلس کے قلمی نسخہ سے کی گئی ہے۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی

کی "مسند ابی حنیفہ" کے حوالہ سے ان کی یہ تصریح سابق میں نقل کی جا چکی ہے کہ

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ بن مالک، عبداللہ بن الحارث زبیدی اور عبداللہ بن ابی ادنیٰ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

امام خوالی نے بھی اس حدیث کے متن کو "ایضاح العلوم میں ذکر کیا ہے۔ اور حافظ سید مرتضیٰ زبیدی نے "آخاف السادة المتقين بشرح احياء علوم الدين میں اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے اس کے متعدد طرق کو بیان کیا ہے۔ ان طرق میں حافظ ابن المقرئ اور ابن حجر کا طریقہ بھی ہے اور یہ بعینہ وہی اسناد ہے جس اسناد سے اس کو حافظ ابوبکر بن جعابی روایت کرتے ہیں، چنانچہ زبیدی کے الفاظ ہیں :

واخرجہ ابن المقرئ فی مسندہ اس حدیث کو ابن المقرئ نے اپنی مسند میں
وابن عبد البر فی العلم من روائتہ اور ابن عبد البر نے "العلم" میں بروایت ابو علی
ابی علی عیسا بن جعفر الرادی عن ابیہ عیسا بن جعفر الرادی عن ابیہ عن محمد بن سہام عن
عن محمد بن سہام عن ابی یوسف

حافظ زبیدی نے اس سند کو دو کتابوں کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ ایک "مسند ابن المقرئ" اور دوسرے ابن عبد البر کی "کتاب العلم"۔ مسند ابن المقرئ سے مراد حافظ ابن المقرئ کی "مسند ابی حنیفہ" ہے، جو حدیثیں میں بڑی مقبول اور متداول رہی ہے۔ حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کی تصانیف میں امام صاحب کی مسند کا خاص طور پر ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں :

وقد صنف مسند ابی حنیفہ... انہوں نے مسند ابی حنیفہ تصنیف کی ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی "تعییل المنقذ" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

وقد امتنع الحفاظ ابو محمد حافظ ابو محمد عارثی نے اور وہ مشہور کے بعد
الحارثی وکاف بعد الثلاث مائتہ ہوئے؛ امام ابو حنیفہ کی احادیث سے خاص طور پر
بعد حدیث ابی حنیفہ فجعلہا... اسکا ایک حصہ اور ان کو مستقل طور پر ایک مضمون
مجلدۃ ورتبہ علی شیوخ ابی حنیفہ... جلد میں یکجا کر کے شیوخ ابی حنیفہ پر مرتب کر دیا ہے

و كذلك خرج المرفوع من الحافظ . اسی طرح امام صاحب کی روایات میں جو مرفوع احادیث
ابو بکر بن المقرئ وتصنیف اصغر من تھیں ان کی حافظ ابو بکر بن المقرئ نے علیحدہ تخریج
تصنیف الحارثی و نظیرہ مسند کی، ان کی تصنیف حارثی کے مقابلہ میں مختصر ہے
ابن حنیفة للحافظ ابی الحسین اور مسند ابی حنیفة للحافظ ابی الحسین بن مظفر سے
بن مظفر . ۱۵ ملحق جلتی ہے۔

”مسند ابی حنیفة للحافظ ابن المقرئ کی مذکورہ بالا مسند کی مزید تحقیق کے سلسلہ میں حافظ
سید مرتضیٰ زبیدی، حافظ قاسم بن قطلوبغا کی ”امالی“ کے حوالہ سے ان کے یہ الفاظ نقل
کرتے ہیں :

واما السند الذی ساقہ ابن المقریٰ ملکہما مرآیتہما ف وہ سند جس کو ابن المقرئ نے بیان کیا ہے،
اصل شیخنا من ”مسندہ“ میں نے اس کو اپنے شیخ (حافظ ابن حجر) کے پاس
”مسند ابن المقرئ“ کا جو اصل نسخہ تھا اس میں اسی
طرح دیکھا ہے۔ ۱۶

جس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے پاس جو ”مسند ابن المقرئ“
کا اصل نسخہ تھا اس میں یہ سند بعینہ اسی طرح منقول تھی۔
حافظ ابن عبد البر کی ”العلم“ سے مراد ان کی مشہور کتاب ”جامع بیان العلم واولیہ“
فی روایتہ وحملہ“ ہے اس میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ لیکن جامع بیان العلم کے مطبوعہ
نسخہ میں تصحیح کا اہتمام نہ ہونے کی بنا پر سند اور متن دونوں میں کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں جن
کی تصحیح حافظ عبد القادر قرشی کی ”الجامع المصنیع“ اور حافظ زبیدی کی ”اتحاف السادة المتقين“
اور مذکورہ بالا عبارات کو سامنے رکھ کر کر لینی چاہیے۔

۱۵ صفحہ ۶ طبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن ۱۶ اتحاف السادة المتقين ۳ جلد اول

۱۷ ۱۸ خط ہر جلد اول صفحہ ۲۵ طبع مکتبہ مصر

۱۹ ۲۰ ملاحظہ ہو ترجمہ عبداللہ بن جعفر رازی

بہر حال حافظ ابن المقرئ اور حافظ ابن عبد البر دونوں نے اس کی تخریج ایک ہی سند سے کی ہے۔ یہ سند جیسا کہ سابق میں گزرا تمام شروط صحت کی جامع ہے۔ متأخرین نے صحت سند کے لیے پانچ شرطیں رکھی ہیں، تین وجودی اور دو سلبی۔ وجودی شرائط حسب ذیل ہیں (۱) عدالت راوی (۲) کمال ضبط (۳) اتصال سماع۔ اور سلبی شرطیں دو ہیں (۱) عدم شذوذ (۲) انتقاد علت۔ اس حدیث کے تمام راوی عادل اور ضابط ہیں۔ سلسلہ سند میں سماع کا اتصال ہے، شذوذ کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ روایت فرد ہے۔ چنانچہ حافظ ابو نعیم اصفہانی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهذا لا يعرف له تخرج الا من حضرت ابن الحارث بن جزء رضي الله عنه

هذا الوجه عن ابن الحارث بن جزء اس حدیث کی تخریج کا صرف ایک یہ طریق مروی ہے

وهو ما تفرد به محمد بن ساعدہ اور یہ وہی طریق ہے جس کی روایت کرنے میں محمد

عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ، لہ بن ساعدہ بروایت ابی یوسف عن ابی حنیفہ منفرذ ہیں۔

واضح رہے کہ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے تسند ابی حنیفہ میں ہر حدیث کے طرق کی تفصیل بیان کرنے کا التزام کیا ہے۔ چونکہ یہ حدیث فرد تھی اس لیے اس کے فرد ہونے کی انہوں نے تصریح کر دی۔ فرد ہونا صحت حدیث کے منافی نہیں ہے۔ صحیحین میں دو سو کے قریب افراد و غرائب موجود ہیں۔

رہا انتقاد علت کا مسئلہ تو اس کے بارے میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ جس طرح حدیث انما الاعمال بالنیات حضرت عمر سے لے کر یحییٰ بن سعید انصاری کے طبقہ تک فرد رہی اور اس کے بعد پھر اس کے بہت سے طریق ہو گئے۔ اسی طرح یہ حدیث بھی حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جواد سے لے کر محمد بن ساعدہ کے طبقہ تک فرد رہی ہے جیسا کہ حافظ ابو نعیم اصفہانی کی تصریح ابھی گزری ہے۔ پھر محمد بن ساعدہ کے بعد اس کے متعدد طرق ہو گئے کیونکہ ابن ساعدہ سے اس کو ان کے متعدد تلامذہ نے نقل کیا ہے اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں

کہ ان پر محدثین کی جرح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے اس کے تمام طرق کا تفحص نہیں کیا انہوں نے حدیث کی عدم صحت کا حکم لگا دیا اور تعجب ہے کہ حافظ ذہبی بھی اس غلطی کے حامل ہیں۔ چنانچہ میزان الاعتدال میں احمد بن العسلت حمانی کے تذکرہ میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

هَذَا كَذِبٌ قَاتِلٌ لِحُزْءٍ
یہ مجرث ہے کیونکہ عبداللہ بن جریہ رضی اللہ
مات بمصر و لای حقیقتہ ست
کا مصر میں اسی وقت انتقال ہوا جب کہ امام ابو
سین والافہ من احادیث
پچھ سال کے تھے۔ اور یہ آنت ڈھالی ہوئی احمد
العسلت کتاب .
بن العسلت کی ہے جو کذاب تھا .

حافظ ذہبی کا اس بارے میں احمد بن العسلت کو متہم کرنا صحیح نہیں کیونکہ ہم نے جو سند پیش کی ہے اس میں ابن العسلت سرے سے موجود ہی نہیں ہے لہذا اس آنت کو احمد بن العسلت کے سر ڈالنا اور حدیث کی صحت سے انکار کر دینا خود ایک آفت ہے۔ یہی یہ بات کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جریہ کا انتقال ۸۶ھ میں ہوا ہے یہ خود اپنی جگہ محل نظر ہے۔ کیونکہ ان کے سنہ وفات کی تسعین میں محدثین کا اختلاف ہے۔

اور حافظ ذہبی سے زیادہ حافظ عراقی پر تعجب ہے کہ انہوں نے ”تخریج احادیث اعیان میں عبداللہ بن الحارث بن جریہ کی وفات کے سلسلہ میں یہاں تک فرما دیا ہے :

وقد توفي عبدالله بن
اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت عبداللہ
الحارث قبل سنة تسعين
بن الحارث بن جریہ رضی اللہ عنہ کا ۹۳ھ سے پہلے
بلا خلاف . ۱۷
انتقال ہوا ہے۔

حالانکہ یہ بات قطعاً صحیح نہیں۔ چنانچہ محدث علی بن محمد بن عراق کنانی المتوفی ۹۶۳ھ اپنی کتاب ”تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاحادیث الموضوعة“ میں فرماتے ہیں :

و نقل شمس الائمة الكردی فی مناقب ابی حنیفة الحدیث و نقل ما تعقب بہ کنحو ما هنا ثم نقل عن الحافظ ابی بکر الجمالی و برهان الاسلام الخزوی انما حکیا ان عبد اللہ بن الحارث مات سنة تسع وتسعين قال الکردی و علی هذا فتکون الروایة المذكورة (قلت) وهذا یعکد علی قول الحافظ العراقی انه مات قبل سنة تسعين بلا خلا والله اعلم .

شمس الائمة کردی نے مناقب ابی حنیفہ میں اس حدیث کو نقل کر کے اسی قسم کا اعتراض جو یہاں مذکور ہوا بیان کیا ہے اور پھر حافظ ابوبکر جمالی اور برهان الاسلام خزوی دونوں حضرات کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن الحارث وفات کا انتقال ۹۹ھ میں ہوا ہے۔ امام کردی فرماتے ہیں کہ اس مسودت میں روایت مذکورہ کا سماع ممکن ہے۔ میں (مصنف تنزیہ الثریۃ) کہتا ہوں کہ یہ قول حافظ عراقی کے اس دعویٰ کی تردید ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث کا انتقال ۹۹ھ سے قبل ہی ہوا اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

تحقیقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جبر الزبیدی کی تاریخ وفات میں مؤرخین سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ متاخرین محدثین نے جن میں حافظ ذہبی بھی شامل ہیں اس سلسلہ میں مؤرخ مصر حافظ ابوسعید عبدالرحمن بن احمد بن یونس المتوفی ۳۲۶ھ کے بیان پر زیادہ تراعتماد کیا ہے کیونکہ ان کی تاریخ مصر متاخرین میں زیادہ متداول رہی ہے۔ اور حافظ ذہبی نے اس کا اختصار بھی کیا ہے۔ حافظ ابن یونس نے حضرت ابن جبر کا سنہ وفات ۸۸ھ ہی بتایا ہے چنانچہ اسی قول کو بعد میں زیادہ شہرت ہو گئی ورنہ ان کے سنہ وفات کے بارے میں ۸۵ھ، ۸۶ھ، ۸۷ھ اور ۸۹ھ کے اقوال تو خود حافظ عراقی تک نے نقل کیے ہیں۔ اور امام کردی نے جیسا کہ ابھی گزرا، برهان الاسلام خزوی اور حافظ ابوبکر جمالی سے ان کی تاریخ وفات ۹۹ھ نقل کی ہے۔ اور یہی زیادہ قرین جواب ہے۔ کیونکہ حافظ ابن یونس نے اگرچہ مصر کی تاریخ لکھی ہے لیکن

۱۔ جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ عند مناقب ابی حنیفہ کے مصنف شمس الائمة محمد بن عبد الستار کردی المتوفی ۳۱۲ھ نہیں بلکہ امام محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف کردی بنزادی صاحب فتاویٰ بنزازیہ المتوفی ۳۸۲ھ ہیں اور ان کا لقب شمس الائمة نہیں ہے۔

وہ جلالتِ شان اور عترتِ مکان میں حافظ ابن جعابی کے ہم پایہ نہیں۔ حافظ ابن جعابی
ابن ہی کے ہم طبقہ ہیں اور حفظِ حدیث اور کثرتِ معلومات میں ابن یونس سے کہیں قائل
نہیں۔ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ابن الجعابی کے بارے میں لکھتے ہیں :

وكان اماما في معرفة الرجال و
ثقات الرجال و توارثهم و ما بين
على الواحد منهم لم يبق في زمانه
من يتقدمه .
یہ عمل، ثقات رجال، تاریخ رجال اور جو کچھ
کسی مادی پر جمع و جمع ہوئی ہے ان تمام امور کی
معرفت میں درجہ امامت پر فائز تھے۔ ان کے کئی
میں کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جو اس سلسلہ میں ان
سے بڑھا جاوے۔

۱۵

چار لاکھ حدیثیں ان کی نوک زبان پر تھیں اور چھ لاکھ حدیثوں کا تذکرہ رہتا تھا۔ حافظ
ابن الجعابی نے طلبِ حدیث میں قتلِ مالک کے سفر کیے تھے۔ لیکن ابن یونس نے مصر سے
باہر قدم نہیں نکالا۔ چنانچہ حافظ ذہبی کی ابن یونس کے تذکرہ میں تصریح ہے :

ولم ير حل ولا سمع بغير
انهم لم يروا من طلب حدیث کے لیے سفر کیا اور
مصر .
مصر کے محدثین کے علاوہ کسی اور محدث سے حدیث

کا سماع کیا۔

پھر جس حدیث پر بحث ہو رہی ہے اس کا حرج عراق ہے، اس کی روایت میں حسب
مترج حافظ ابو نعیم اصفہانی امام محمد بن سہاب منقول ہیں، بعد کو اس خاص حدیث کا حرج "ری"
گیا۔ چنانچہ ابن سہاب سے اس کو جعفر رازی نے اور جعفر سے ان کے بیٹے عبید اللہ نے نقل کیا
حد عبید اللہ سے اس و در کے مشہور حفاظ حدیث (۱)، حافظ ابو جعفر محمد بن عمرو صاحب کتاب
الحفاد البکیر المتوفی ۳۲۲ھ نے سن کر روایت کیا۔ حافظ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں
حدیث کو ان ہی کی سند سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ جامع بیان العلم کے اصل الفاظ حسب
ہیں :

داخبت عن ابی یعقوب یوسف بن احمد العیدلانی العکری حدیثنا ابو جعفر

۲۲۹ مؤخر

میرت کے بارے میں کسی کو شبہ نہ ہو کہ حافظ ابن عبد البر نے اپنے شیخ کا ذکر نہیں کیا (بقیہ بر مؤخر)

محمد بن عمرو بن موسیٰ العقیلی حدثنا ابو علی عبید اللہ بن جعفر الرازی (الث ۱۵)

اسی طرح (۲) حافظ ابن المقرئ نے "مسند ابی حنیفہ" میں اور (۳) حافظ ابن جہلی نے "الانتصار لمذہب ابی حنیفہ" میں براہ راست ابو علی بن الرازی سے کُن کر درج کیا ہے جس کی تفصیل سابق میں گزری ہے۔ ابو سعید بن یونس کے علم میں یہ روایت اس لیے نہ آسکی کہ اس روایت کا مخرج مصر نہیں تھا۔ امام ابو حنیفہ نے بھی اس حدیث کا سماع مکہ معظمہ میں ہی کیا ہے اس لیے حافظ ابن یونس اس سلسلہ میں معذور ہیں ان کو اگر اس روایت کا پتہ چلتا تو وہ اپنی رائے بدل دیتے۔ معلوم نہیں حافظ ابن یونس نے حضرت ابن جریر رضی اللہ عنہ کی تاریخ انتقال کے بارے میں ششہ کی جو تعیین کی ہے اس کی بنیاد کیا ہے جب تک ان کے اس قول کی تائید میں کوئی روایت صحیح سند سے پیش نہ کی جائے اس پر کیوں کراہت کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ صحابہ کے سنین وفات میں کتب طبقات صحابہ میں بکثرت اختلاف اقوال پایا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ طبقات صحابہ کافن بعد میں مَدُن ہوا ہے اس لیے بہت سے صحابہ کی تاریخ وفات کی صحیح تحقیق نہ ہو سکی۔ سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مشہور ترین صحابی ہیں ان کے بارے میں اختلاف اقوال کی کیفیت یہ ہے کہ علامہ محمد بن یوسف شامی شافعی اپنی کتاب "سبیل الرشاد فی ہدی خیر العباد" المعروف بالسیرۃ الشامیہ میں لکھتے ہیں :

حضرت ابی بن کعب کا انتقال ۳۷ھ میں ہوا۔	مات قبل تسع عشرة وقيل ستة
بعض نے ان کا سنہ وفات ۳۷ھ اور بعض نے	عشرون وقيل اثنین وعشرون
۳۷ھ بھی بیان کیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت	قيل ستة ثلاثین في خلافة

(حاشیہ منقولہ گزشتہ) معلوم نہیں وہ کون ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ روایت ابن عبد البر نے محدث ابو یونس یوسف بن احمد عیدلانی کی مشہور کتاب "تغافل ابی حنیفہ" سے نقل کی ہے اور "تغافل ابی حنیفہ" کو وہ اپنے شیخ حکم بن منذر کے واسطے سے خود مصنف سے روایت کرتے ہیں (ملاحظہ ہو الاعتقاد فی فضائل الثلاثة - المائۃ النعمان - ص ۱۸۰ طبع مصر)

۱۵ الجواهر المفیدہ جلد ۱ صفحہ ۱۵

عثمان قال ابو نعیم الاصبغانی عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مندرج
وہذا هو الصحيح۔ میں انتقال ہوا ہے۔ ابو نعیم اصمغانی نے کہا ہے
کہ یہی صحیح ہے۔

لہذا البزرجینی کسی ایک قول کو اختیار کر لینا جیسا کہ حافظ ذہبی نے کیا، ہرگز صحیح نہیں
ہے۔ طبقات صحابہ و تابعین کے قدیم ترین مصنف حافظ ابن سعد نے کتاب الطبقات
میں حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزمہ کا سنہ وفات ذکر نہیں کیا ہے لیکن حافظ ابن عساکر
نے جامع بیان العلم میں جہاں اس روایت کو ذکر کیا ہے اس کے ساتھ ہی یہ افادہ بھی
فرمادیا ہے کہ

و ذکر محمد بن سعد کاتب الواقدی محمد بن سعد کاتب واقدی نے بیان کیا ہے کہ امام
ابو حنیفہ سماعی انس بن مالک و ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ
عبداللہ بن الحارث بن جزمہ الزبیدی۔ بن الحارث بن جزمہ الزبیدی رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے
حافظ عبدالقادر قرشی "المواہر المفضیلة" میں حافظ ابن عبدالبر کے ان الفاظ کو نقل کرنے
کے بعد فرماتے ہیں :

ھكذا ذكره وسكت عنه۔ ابن عبدالبر نے اسی طرح بعینہ اس کو نقل کر کے
اس پر سکوت فرمایا ہے۔ (جس کا مطلب یہ ہے کہ
وہ بھی اس بارے میں ابن سعد کی رائے سے متفق ہیں)
نہ صرف سکوت بلکہ حافظ ابن عبدالبر نے کتاب الکئی میں بہ صراحت لکھا ہے کہ امام
ابو حنیفہ نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزمہ سے حدیث سنی ہے اور اسی بنا پر ان کا شمار تابعین

۱۔ نبیل ارشاد: اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ پیردبیب اللہ شاہ صاحب واقع پیر جھنڈو میں بہاری
نظر سے کڑا ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۱۲۵۷ھ ہے۔

۲۔ جامع بیان العلم، صفحہ ۴

میں ہے۔ چنانچہ ان کی اصل عبارت سابق میں نقل کی جا چکی ہے۔

اسی طرح وہ تمام حضرات جنہوں نے صحابہ سے امام صاحب کی روایت پر مستقل اجزاء تصنیف کیے ہیں۔ انہوں نے بھی عبداللہ بن الحارث بن جزدہ کی مذکورہ روایت کو اپنے اجزاء میں درج کیا ہے۔ اور مؤلفین اجزاء میں حافظ ابوسعید سمان جیسے حافظ حدیث بھی داخل ہیں لہذا اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اکثر حفاظ حدیث کا رجحان یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزدہ کی وفات حافظ ابن الجعابی ہی کی تصریح کے مطابق ہے۔

اس پر بھی غور کیجیے ان علماء میں حافظ ابن سعد، حافظ ابونعیم اصفہانی، حافظ ابن عبد البر اور حافظ عبدالقادر قرشی نے بصراحت حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزدہ سے امام صاحب کے سماع کو ثابت کیا ہے اور ابن سعد، ابونعیم اصفہانی، ابن عبدالبر یہ وہ حضرات ہیں، جنہوں نے تراجم صحابہ پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اور حافظ ابن المقرئ، حافظ ابن الجعابی، حافظ ابوسعید سمان اور حافظ عبدالقادر قرشی جیسے اکابر حفاظ کے بارے میں قلب نظر کا گمان کس کو ہو سکتا ہے۔ اسی لیے حافظ ذہبی کے بعد آنے والے بہت سے مؤرخین نے ان کی رائے کو قلیل التفات نہیں سمجھا اور صاف لفظوں میں فیصلہ کر دیا کہ امام ابوصنف نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزدہ سے اس حدیث کو سنا تھا۔ چنانچہ محدث ابن عراق کی تحقیق ابھی آپ کی نظر سے گزری اور علامہ عبدالحی بن العلام حسنی المتونی رحمہ اللہ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب میں رقمطراز ہیں:

وذكر الحافظ العاصمي في	حافظ عاصمي نے اپنی تالیف الریاض المستطابة
تالیف الریاض المستطابة	میں اور اسی طرح صالح بن صلاح علائی نے جنہوں نے
كذلك ملخصه صالح بن صلاح الملا	الریاض المستطابة کی تلخیص کی ہے۔ ذکر کیا ہے اور میں

۱۔ یہ کتاب مطبع شارع ہانی بھرپال سے ۱۳۰۳ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ مصنف کا پورا نام حافظ یحییٰ بن ابی بکر عاصمی یمنی ہے اور سنہ وفات ۸۹۳ھ ہے۔ الریاض المستطابة فی جلد من روی فی الصغیر من الصحابة میں یہ عبارت صفحہ ۵ پر موجود ہے۔

ومن خطہ نقلت ان الامام ابا حنیفۃ رأى عبداً لله بن الحارث بن جزد الصعلی وسمع منه قولاً صلی اللہ علیہ وسلم من تعبد فی دین اللہ کفاه اللہ رزقہ من حیث لا یحسب ۔ لے

نے مدد ہی کی اصل تحریر سے اس کو نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزد صحابی کو دیکھا ہے اودان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سنی ہے ثم تعبد فی دین اللہ کفاه اللہ رزقہ من حیث لا یحسب ۔

مؤرخ ابن العمار نے اس سلسلہ میں بعض علماء کے اشعار بھی نقل کر دیئے ہیں جن میں ان صحابہ کے اسرار کو نظم کر دیا گیا ہے جن سے امام ابو حنیفہ نے حدیثیں سنی ہیں۔ یہ اشعار ناظرین کی ضیافت طلب کے لیے درج ذیل ہیں۔

لَقِيَ الْإِمَامَ أَبُو حَنِيفَةَ يَسْتَنُّ
من حسب ظمء المصطفى البختار
امام ابو حنیفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم صحابیوں سے ملاقات کی ہے ،
انسا وعبد اللہ جبل انیسہم
وسید ابن الحارث الکرام
(۱) انس (۲) عبداللہ بن انیس (۳) عبداللہ بن الحارث ،
ونرد ابن اوفی وابن وائلۃ الرضی
واضم الیہم معقل بن یسار
(۴) عبداللہ بن ابی اوفی (۵) عامر بن وائل (۶) معقل بن یسار ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اور محدث شاہ عبدالباری راسخ بن حسن بن احمد جمال الدین العالمی الحنبلی نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب "الاربعین المختارہ من حدیث الامام ابی حنیفہ" میں نقل کیا ہے۔
حافظ ذہبی کی "میزان الاعتدال" اور ابن حجر عسقلانی کی "لسان المیزان" کو پڑھ کر حافظ قاسم بن قطلوبغا کو معلوم نہیں کیا وہم ہوا کہ انہوں نے اس سند کے متعلق یہ شبہ ظاہر کر دیا کہ اس میں جعفر اور محمد بن سہام کے درمیان احمد بن الصلت کا واسطہ ہے جو نقل ہونے سے رو گیا ہے۔ دلیل کے طور پر انہوں نے تاریخ خلیف کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں

جو سند مذکور ہے وہ احمد بن الصلت کے واسطے سے ہے۔

یہ اعتراض غلط نہیں پر مبنی ہے۔ خطیب نے جو سند نقل کی ہے وہ حفاظ ثلاثہ ابن المقرئ، ابن الجعابی اور ابو جعفر عقیل کی بیان کردہ سند سے بالکل مختلف ہے، ان حضرات کی سندیں ابو علی عبید اللہ بن جعفر رازی اپنے والد جعفر بن محمد رازی سے روایت کرتے ہیں جبکہ خطیب نے جس سند کو بیان کیا ہے اس میں عبید اللہ بن جعفر کا سرے سے کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔ جعفر کا بیشک ذکر ہے لیکن وہ جعفر بن محمد نہیں بلکہ جعفر بن علی ہیں اسی طرح اول الذکر "ری" کے رہنے والے ہیں جبکہ دوسرے صاحب بغدادی ہیں۔ ہم ذیل میں خطیب کی سند نقل کیے دیتے ہیں۔ ناظرین مقابلہ کے اطمینان کر لیں:

اخبرنا القاضی ابو العلاء الواسطی حدثنا ابو القاسم علی بن الحسين العمدی المقرئ

بالکوفة حدثنا ابو العباس محمد بن عمرو بن الحسين بن الخطاب البغدادی حدثنا

جعفر بن علی القاضی البغدادی حدثنا احمد بن محمد الحنفی قال حدثنا محمد بن

سماعة القاضی حدثنا ابو یوسف عن ابی حنیفة (الحديث) ۱۰۵

ہلا وہ ازیں جعفر بن محمد اور محمد بن سمام کے درمیان کسی واسطے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ جعفر بن محمد کے صاحبزادے عبید اللہ بن جعفر کا سنہ وفات ۲۲۲ھ ہے اور ان کے شاگرد ابن ابی حاتم کا سنہ وفات ۲۲۲ھ ہے۔ جعفر رازی کا سنہ وفات نہیں ملتا۔ ان کے صاحبزادے کی تاریخ وفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ یقیناً تیسری صدی کے اوائل میں پیدا ہوئے ہیں اور محمد بن سمام کا انتقال ۲۲۲ھ میں ہوا ہے۔ اس لیے ان دونوں کا تقابلی ممکن ہے۔ احمد بن الصلت تو خود عبید اللہ بن جعفر رازی کے ہم عصر ہیں اس لیے کہ ان کا سنہ وفات ۲۲۸ھ ہے۔

غرض یہ وہ حدیث ہے جس کی صحت پر خواہ مخواہ غرض اس لیے شبہ کیا جا رہا ہے کہ ابن یونس نے حضرت عبید اللہ بن حارث بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنہ وفات ۸۶ھ لکھ دیا ہے اور بعد کے دور میں اس کی روایت احمد بن صلت کے واسطے سے شہرت پکڑ گئی اور وہ اتفاق سے مروج

مطبوعہ نسخوں میں بحث نقص الزمرد من مس الذکر میں نہیں مل سکا۔ البتہ حافظ ابن جریر نے اس سلسلہ میں "لسان المیزان" میں امام شافعی کے جواہر القاطع نقل کیے ہیں وہ اس طرح ہیں۔

روينا قولنا من غير بسرة ولذي	ہم نے اپنے اس قول کو حضرت بسرہ رضی اللہ عنہما
يعيب علينا الرواية عن بسرة	کے علاوہ دیگر لوگوں سے بھی روایت کیا ہے۔ لوگ
يسوي عن عائشة بنت عجرد	جو ہیں حضرت بسرہ سے روایت کرنے پر قریب لگاتے
وغيرها من النساء اللواتي	ہیں وہ عائشہ بنت عجرد اور ان جیسی دیگر خواتین سے
لسن بمعروفات و يحتج	جو معروف نہیں ہیں روایت کرتے ہیں اور پھر ان
بروايتهم ويضعف حديث	کی روایتوں سے حجت قائم کرتے ہیں اور بسرہ کی
بسرة مع سابقها وقدم	حدیث کو ان کی سابقیت اور قدیم الہجرت ہونے
هجرة قدامه	کے باوجود ضعیف ٹھہراتے ہیں۔

لیکن اس عبارت میں بھی بصراحت ان کی صحابیت کا کہیں انکار نہیں ہے البتہ امام شافعی نے الزامی جواب دیتے ہوئے صرف اس قدر کہا ہے کہ حضرت عائشہ بنت عجرد معروف نہیں ہیں۔ لیکن امام شافعی کے ان کو نہ جاننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صحابیہ ہی نہ ہوں اس لیے کہ اگرچہ امام شافعی ان سے واقف نہیں ہیں تاہم امام ابو حنیفہ، عثمان بن راشد، جلال بن ارطاة جیسے جلیل القدر حضرات نہ صرف یہ کہ ان سے واقف ہیں بلکہ وہ حضرت عائشہ سے روایت بھی کرتے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مجہول شخص سے دو راوی روایت کر لیں تو اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے اور یہاں تو دو نہیں تین حضرات روایت کر رہے ہیں پھر اصول حدیث کا مستلزام ہے کہ صحابی کی جہالت مفسر نہیں ہے اس لیے کہ تمام صحابہؓ بالاتفاق روایت میں عادل سمجھے جاتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی روایت کردہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے سلام کی خود تصریح بھی موجود ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں :-

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ
 یقولہ - فرماتے ہیں۔

اور حافظ یحییٰ بن معین نے اس نقل کو تسلیم رکھتے ہوئے ان کی صحابیت کا بر ملا اعتراف کیا ہے
 چنانچہ حافظ ذہبیؒ تحریراً مسند الصحابہؒ میں لکھتے ہیں :

قال ابن معین لها صحبة۔ ابن معین کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی محبت بابرکت سے مشرف ہوئی تھیں۔

حضرت عائشہ بنت عبد الرحمن اللہ عنہا سے سنن دارقطنی میں بھی ایک روایت منقول ہے
 جس کو نقل کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں :

لیس اماثۃ بنت عبد الرحمن الاھل الحدیث عائشہ بنت عبد الرحمن سے صرف یہی ایک حدیث مروی

وعائشہ بنت عبد الرحمن لا تقوم بها حجۃ ہے اور عائشہ بنت عبد الرحمن سے نجات نہیں پکڑی جاسکتی۔

لیکن محدث دارقطنی کی یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں اس لیے کہ حضرت عائشہ بنت عبد
 الرحمن سے صرف یہی ایک حدیث مروی نہیں ہے بلکہ دو روایتیں اور بھی مروی ہیں ان میں سے ایک
 تو یہی حدیث ہے جس کو امام یحییٰ بن معین نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے۔ اور دوسری حدیث
 "مسند ابی حنیفہ" میں حافظ ظہر بن محمد نے روایت کی ہے جس کو امام ابو حنیفہ نے عثمان بن راشد
 کے حوالہ سے حضرت عائشہ بنت عبد الرحمن اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ یہ دو حدیثیں تو وہ ہیں جو
 ہم نے علم میں ہیں مگر اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہوں لہذا دارقطنی کا یہ کہنا کہ لیس اماثۃ
 بنت عبد الرحمن الاھل الحدیث کسی طرح درست نہیں ہے۔

دوسری بات اس لیے صحیح نہیں کہ حافظ ذہبیؒ کی تصدیق ہے کہ منہب اثاث میں کوئی فرد مجروح
 نہیں ہے۔ چنانچہ میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں :

وما علمت من النسا من حدیث میں سے کسی کے بارے میں میرے علم میں نہیں کہ

انعت ولا من ترکھا اس کو ختم کیا گیا ہو اور محدثین نے اس سے روایت ترک کر دی ہو۔

مولانا ابوتراب رشد اللہ سندھی صاحب العلم الرابع نے اپنی کتاب "الاعلام برداة الامام" میں جو مسانید ابو حنیفہ کے تراجم بحال پر مشتمل ہے اور جس کا قلمی نسخہ کاتب الحروف کے پیش نظر ہے، حضرت عائشہ بنت عجرہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ان تمام شکوک و شبہات کی پوست کندہ تردید کر دی ہے جو اس سلسلہ میں ان معترضین کو پیش آئے ہیں۔ بحث کی افادیت کے پیش نظر ہم اس کتاب سے حضرت عائشہ بنت عجرہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ بتماہا نقل کیے دیتے ہیں :-

عائشہ بنت عجرہ رضی اللہ عنہا سے امام ابو حنیفہؒ	عائشہ بنت عجرہ رضی اللہ عنہا سے امام ابو حنیفہؒ
نے براہ راست بھی روایت کی ہے اور وہ حضور	الامام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتی ہیں اور عثمان	وعن عثمان بن راشد عنہما
بن راشد کے واسطے سے بھی ان کی روایت حضرت	عن ابن عباس ذکرہ الذہبی
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ حافظ ذہبی نے	فی المیزان وقال: لا تکاد
میزان میں ان کا ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ صرف	تعرف۔ قال الدارقطنی:
جہیں ہیں۔ اور دارقطنی کہتے ہیں کہ ان سے تحت	ولا تقوم بها حجة ویقال لها
نہیں پکڑی جاسکتی۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے	صحبتہ ولم یثبت ذلك،
کہ یہ صحابیہ تھیں مگر یہ بات ثابت نہیں ہے بلکہ نقل	بل ادلت فادھمت انہما
نے ارسال (یعنی صحابی کا نام درمیان سے حذف)	صحابیۃ۔ ۱۰۔ اقول القائل
کہ کہ یہ وہم پیدا کر دیا ہے کہ وہ صحابیہ ہیں (الخ)	بصحابتہما ابن معین صرح
میں کہتا ہوں کہ ان کی صحابیت کے قائل ابن معین	بہ الذہبی نفسہ فی
ہیں، اس کی تصریح خود حافظ ذہبی نے تجرید الصحابة	تجرید الصحابة ولا شک
میں کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن معین	انہ اعلیٰ کعبا من الذہبی و
ذہبی اور ابن جیسے دیگر حضرات سے بلند پایہ ہیں۔	من فحانہ و حجۃ مافی

تاریخہ الدروی من جہۃ
 العباس الاہم عن عباس الذی
 عن ابن معین ان اباحنیفۃ
 صاحب الراۃ سمع عائشہ بنت
 عجرد تقول سمعت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم - وقولہا
 ابن حجر انہ غلط فی الصیغۃ
 غلط بعد ما اعتبرہا مثل
 ابن معین وحکم بہا علی
 صحابیتہا وذكر بعضہم
 ایتا ہا فی التابعیات انما
 حسبہ الجہل فلا یحتاج بہ
 علی علم لا سیما علم عالم متقن
 بصیر کا بن معین فاندویش
 النقاد ورئیسہم باتفاق
 اہل السداد فلا یدھشک
 حکم الذہبی فی التجرید
 علی قول ابن معین بالشذوذ
 لان شذوذ الثقتہ الناقذ
 الغیر المتانی لما رواہ الثقات
 غیر مضر عندهم فی الصحیحۃ

اس امر کی دلیل جو ابن معین کی تاریخ میں مذکور
 ہے اس تاریخ کو عباس ام، عباس دوری کے
 واسطے سے ابن معین سے روایت کرتے ہیں۔
 (اس تاریخ کے الفاظ حسب ذیل ہیں :-) بلاشبہ
 امام ابو حنیفہ صاحب الراۃ نے حضرت عائشہ بنت
 عجرد کو فرماتے سنا کہ وہ کہہ رہی تھیں کہ میں نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا - حافظ ابن حجر
 کا اسے غلط کہنا بذات خود غلط ہے - اس لیے
 کہ ابن معین جیسے بلند پایہ شخص نے اس حدیث کا
 اعتبار کیا ہے اور اس کی بنیاد پر ان کی صحابیت
 کا فیصلہ کر دیا ہے - اور بعض نے جو ان کا تذکرہ تابعیات
 کے ضمن میں کیا ہے - اس کا سبب بھی جہالت ہے
 اور علم کے مقابلہ میں جہالت کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا
 اور خاص طور پر اس وقت جبکہ علم بھی عالم متقن
 اور بصیرت رکھنے والے کا ہر جیسا کہ ابن معین ہیں،
 اس لیے کہ وہ بالثقاق ناقدوں کا سردار اور ان
 کے پیشوا ہیں - لہذا تجرید الصحابہ میں قہری کا
 ابن معین کے قول کو شاذ کہہ دینا تم کو کسی قسم کی
 حیرت میں مبتلا نہ کرے - کیوں کہ محدثین کے نزدیک
 ایک ناقد ثقتہ کا تنہا کسی بات کو بیان کرنا جبکہ وہ
 دوسرے ثقات کی روایت کے متنافی نہ ہو مستحب

وبعد تحقیق الصعوبة لا يضر
جہالتہا لان الصعابة علی
ما عرف فی معتمد کلہم
عدول - والله تعالیٰ اعلم
روایت کے لیے مقرر نہیں۔ اور جب حضرت عائشہ
کی صحابیت مستحق ہو گئی تو ان کا سروں نہ ہوتا
مقرر نہیں۔ اسی لیے کہ تمام صحابہ جیسا کہ اپنے موقع
و محل پر ثابت ہو چکا ہے، عادل ہیں۔ واللہ تعالیٰ
بالصواب - اعلم بالصواب -

۳۸۔ امام ابو حنیفہ کی عبد اللہ بن ابی حبیبہ صحابی سے روایت

۴۔ خود امام اعظمؒ کی مشہور تصنیف ”کتاب الآثار“ میں یہ روایت امام محمدؒ
نور امام ابووسفؒ دونوں کے نسخوں میں مذکور ہے :-

ابو حنیفہ قال حدثنا
عبد اللہ بن حبیبہ قال سمعت ابا
الدرداء يقول بينا اننا رديف
رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:
يا ابا الدرداء من شهد ان
لا اله الا الله واني رسول
الله وجبت له الجنة
قال قلت لابي وان
نماني واني سرق فسكت
عني ثم سار ساعة
ثم قال من شهد ان
لا اله الا الله واني
رسول الله وجبت له

امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ہم سے حضرت
عبد اللہ بن حبیبہ نے بیان کیا کہ میں حضرت ابو الدرداء
رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک موقع
پر جب کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ
تھا آپؐ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو الدرداء! جس نے
اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
موجود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس
کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ حضرت ابو الدرداء
رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، اگرچہ اس نے
زنا کیا ہو یا چوری کی ہو تب بھی، یہ سن کر
آپؐ فرادیر غلاش رہے، پھر کچھ ریپتے رہے
اور پھر آپؐ نے یہی ارشاد فرمایا کہ جس نے یہ گواہی

الجنة قلت : وان
ترقى وان سرق قال
وان ترقى وان سرق
وان سرغم انف ابى
الدرداء .

دی کہ اللہ کے رسول کوئی معبود نہیں اور میں اس کا
رسول ہوں اس کے لیے جنت واجب ہوگئی ۔
میں نے پھر عرض کیا اگرچہ اس نے زنا کیا اور چوری
کی ہو تب بھی آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ اس نے
زنا کیا ہو اور چوری کی ہو تب بھی اور اگرچہ ابوالدرداء

قال فكانى انظر الى
اصبع ابى الدرداء
السبابة يومى بها
الى اسنبت .

کی ناک مٹی میں دگڑی جلے جب بھی ۔
ابن ابی حبیبہ کہتے ہیں : میں ابوالدرداءؓ
کی شہادت کی انگلی کو دیکھ رہا تھا کہ وہ اس
کے ذریعہ اپنی ناک کے بانسے کی طرف اشارہ
کرتے جا رہے تھے ۔

علامہ ابن عابدین شامی اپنے مثبت مقود الآلى فى اسانيد العوالى میں اس حدیث کو
کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

وقال الشهاب المنينى
هذا الحديث يشهد لمن
أثبت روايته، ابى حنيفة
عن الصحابة فان عبد الله
ابن ابى حنيفة عده الحافظ
ابن حجر فى الصحابة قال

شہاب منینی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس
شخص کے دعویٰ کی شاہد ہے جو امام ابو حنیفہؒ کی
صحابہ سے روایت کو ثابت کرتا ہے اس لیے کہ
حافظ ابن حجر نے عبد اللہ بن ابی حبیبہ کو صحابہ میں
شمار کیا ہے چنانچہ وہ الاماۃ میں فرماتے ہیں ان
کے والد ابو حبیبہ کا نام اور ابن الاثیرؒ ، یہ

۱۔ ملاحظہ ہو کتاب الآثار نسخہ امام ابویوسف صفحہ ۱۹۷ باب العزو والمجیش طبع مطبع استقامہ مصر ۱۳۵۵
بھٹا کتاب الآثار نسخہ امام محمد صفحہ ۶۵ طبع مطبع انوار محمدی لکھنؤ

۲۔ ”مثبت“۔ وہ کتاب جس میں محدث اپنی روایت کردہ کتابوں کی اسناد اپنے شیخ سے لے کر مصنف
تک بیان کرتے ہیں ۔

فی الاصابۃ واسمہ الذریع
 بن الاذعر الانصاری الاوی
 قال ابن ابی داؤد شہداً للحديث
 وذكر البخاری وابن خبیب و
 غیرہما فی الصحاح وقال البغوی کان یکنی قیاریہ
 انصاری اور اویسی ہیں۔ ابن ابی داؤد کہتے ہیں
 عبد اللہ بن حبیب صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ بخاری
 اور ابن حبان وغیرہ نے ان کا صحابہ میں شمار کیا
 ہے۔ بغوی کا بیان ہے کہ یہ "قبا" میں سکونت پذیر
 تھے۔

شہاب الدین احمد بن علی منینی جن کی تحقیق علامہ شامی نے نقل کی، بڑے پایہ کے محدث
 ہیں رحمہ اللہ میں انہوں نے وفات پائی ہے شیخ السیوخ شہاب الدین منینی کے علاوہ متاخرین
 محدثین میں اور بھی متعدد حضرات ہیں جنہوں نے اپنے "اثبات" میں اس حدیث کو حضرت
 عبد اللہ بن ابی حبیب الانصاری صحابی کی روایت ہی قرار دیا ہے اور اس کو صحابہ سے امام ابو حنیفہ
 کی روایت کا شاہد گردانا۔ ان حضرات میں شیخ عبدالباقی حنبلی، محدث بن عقیل حنفی المتوفی
 رحمہ اللہ خاص طور پر قلیل ذکر ہیں۔ ۷۵

لیکن خود حافظ ابن حجر نے "الایشار لمحررۃ رواۃ الآثار" میں ان کا جو ترجمہ لکھا ہے،
 وہ حسب ذیل ہے۔

عبد اللہ بن ابی حبیب طائی حضرت ابو
 الدرداء رضی اللہ عنہ سے اند امام ابو حنیفہ رضی اللہ
 عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابن ابی حبیب سے ابو حنیفہ
 نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے جو افراد
 دارقطنی میں ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ حبانہ
 بن ابی حبیب حضرت ابوامامہ بن سہیل رضی اللہ عنہ
 سے روایت کرتے ہیں اور ان سے بکر بن عبد اللہ
 بن الاشج۔ ابن ابی حاتم نے ان کے بارے میں
 عبد اللہ بن ابی حبیب الطائی
 عن ابی الدرداء وعنہ ابو
 حنیفۃ روى عنہ ابواسحاق
 حدیثاً اخر فی افراد الدارقطنی
 وقال ابن ابی حاتم عبد اللہ
 بن ابی حبیبۃ عن ابی امامۃ
 بن سہیل وعنہ بکر بن عبد اللہ
 بن الاشج ولم یذكر فیہ

کسی قسم کی جرح نقل نہیں کی ہے۔

حافظ صاحب نے عبد اللہ بن ابی حبیبہ کو انصاری کے بجائے طائی قرار دیا ہے لیکن اس دعوٰی کی صحت کے لیے کوئی قرینہ چاہیے۔ ابن ابی حاتم کی جو عبارت حافظ صاحب نے نقل کی ہے اس میں جس عبد اللہ بن ابی حبیبہ کا تذکرہ ہے وہ حضرت ابو الدرداء سے نہیں بلکہ حضرت ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں۔ حافظ صاحب کے اس بیان سے بعض اور لوگوں کو بھی ان کے تابعی ہونے کا شبہ ہو گیا ہے۔

متاخرین میں حافظ ابو المحاسن دمشقی نے امام اعظم کے مناقب پر ایک مفصل کتاب قلم بند کی ہے جس کا نام عقود الجمان فی مناقب النعمان ہے۔ موصوف نے اس کتاب میں امام صاحب کی صحابہ سے روایت کی بحث میں زیادہ تر تو حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر وغیرہ کے مذکورہ بالا بیانات پر ہی انحصار کیا ہے جن پر ہم ابھی سیر حاصل بحث کر چکے ہیں اس کے علاوہ انھوں نے مزید نکتہ سنجی یہ بھی فرمائی ہے جس کا خلاصہ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر مکی التوئیؒ کے الفاظ میں حسب ذیل ہے :-

قال بعض متأخري المحدثين	متاخرين محدثين میں سے ایک صاحب
مدون صنف في مناقب الامام	نے جو کتاب امام ابو حنیفہ کے مناقب پر مکتوب تصنیف
ابو حنيفة كتابا خلافا لما حمله	ہے اس باب میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ
جنم خلاق من ائمة الحديث	یہ ہے کہ ائمہ حدیث کی ایک خلق کیشرنے اس
بانه لم يسمع من احد من اصحابه	امرا لا یقین کر یا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کسی
شيئا واحتجوا باشياء منها	صحابی سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔ ان حضرات
ان ائمة اصحابه الا كبار	نے بطور دلیل جن چیزوں کا ذکر کیا ہے ان میں
كابي يوسف ومحمد وابن	سے ایک یہ بھی ہے کہ امام صاحب کے اصحاب میں
المبارك وعبد الرزاق وغيرهم	جو اکابر ائمہ ہیں مثلاً امام ابو یوسف، امام محمد بن

۱۵ "الارشاد لمروفة رواية الآثار" لا قلی نسز مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے اس کتاب میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب الآثار، بروایت امام محمد کے راویوں کا حال لکھا ہے۔

لم ينفقوا عنه شيئا من ذلك
ولو كان لنقلوه فانه مما
يتنافس فيه المحدثون ويعظم
افتخارهم به فان كل سند
فيه انه سمع من صحابي
لا يخلو من كذاب واما
باشياء اخر قالوا واما
رويته لائس وادراكه
لجماعة من الصحابة
بالسنن فصحيحان لاشك
فيهما وما وقع للعيني
انه اثبت سماعه من الصحابة
مراده عليه صاحب الشيخ
الحافظ قاسم الحنف والظاهر
ان سبب عدم سماعه من
ادراكه من الصحابة انه
اول امره اشتغل بالاكثاب
حتى ارشده الشعبي
لما راى من باهر
هجابته الى الاشتغال
بالعلم ولا يسع من له
ادنى النام بعلم الحديث
ان يذكر خلاف ما ذكرته

المبارک اور عبدالرزاق وغیرہ انہوں نے اس
سلسلہ میں کچھ نقل نہیں کیا حالانکہ اگر ایسی بات
ہوتی تو یہ حضرات اس کو ضرور نقل کرتے کیوں کہ
یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس پر محدثین آپس میں
رشتہ کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے ان کا
فخر اور بڑھ جاتا ہے بات یہ ہے کہ ہر وہ سند
جس میں یہ مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کسی جہلی
سے سنا ہے اس میں کوئی نہ کوئی کذاب دہوی
موجود ہے نیز اورد باتیں بھی اس سلسلہ میں ان
حضرات نے بیان کی ہیں اسی کے ساتھ وہ یہ
بھی کہتے جاتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا حضرت انس
رضی اللہ عنہ اند اپنی عمر کے لحاظ سے بہت سے
صحابہ کو پاتا یہ دونوں باتیں بے شک صحیح ہیں
اور عینی نے جو امام صاحب کا سماع بعض صحابہ
سے نقل کیا ہے اس کی تردید خود ان کے شاگرد
حافظ قاسم حنفی ہی نے کر دی ہے۔ امام صاحب
نے جن صحابہ کو پایا اور پھر ان سے حدیثیں سنیں
اس کا سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب
ادائل عمر میں کسب معاش میں مشغول رہے تا آنکہ
امام شعبی نے آپ کو غیر معمولی ہونہار دیکھ کر تحصیل
علم کی طرف رہنمائی کی۔ (اس مصنف کا دعویٰ
ہے کہ) جس شخص کو علم حدیث سے معمولی لگا
بھی ہو اس کو یہ گنجائش نہیں کہ وہ میرے اس

انہی حاصل کلام ذلک بیانی کے خلاف زبان کھول سکے۔ یہ غلام ہے
المحدث۔ لے

لیکن اول تو یہ نکتہ سنی قواعد محدثین کے خلاف ہے چنانچہ خود علامہ ابن حجر مکی کو
اس عبارت کے نقل کرنے کے بعد یہ اعتراف کرنا پڑا کہ

وقاعدة المحدثين ان
رادى الاتصال مقدم على
مادى الانقطاع لان معدن زيادة
علم يزيد ما قاله العيني فافهم ذلك فافهم
محدثین کا یہ قاعدہ کہ "اتصال کا رادی انقطاع
کے رادی پر مقدم ہے کیونکہ وہ مزید علم رکھتا ہے"
یعنی کے قول کی تائید کرتا ہے۔ اس بات کو زیاد
علم تائید مآلہ العینی فافهم ذلك فافهم
رکھنا چاہیے کیونکہ یہ اہم بات ہے۔

ثانیاً یہ محض غلط ہے کہ ہر وہ روایت جس میں امام صاحب کا کسی صحابی سے پہلے
مذکور ہے اس میں کوئی نہ کوئی غلط رادی موجود ہے کیونکہ ہم نے جو روایات پیش کی ہیں
ان کے رواد میں کسی غلط کا پایا جانا تو درکنار کسی رادی کے متعلق ضعف کا ثابت کرنا
بھی مشکل ہے۔

ثالثاً یہ کہنا کہ امام صاحب کے اصحاب سے اس سلسلہ میں ایک لفظ منقول نہیں ہے
اس لیے غلط ہے کہ ان حدیثوں کے نقل کرنے والے خود امام ابو یوسف اور امام محمد ہی ہیں
اور امام یحییٰ بن معین اگرچہ امام صاحب کے راست شاگرد نہیں ہیں لیکن وہ صاحبین سے
شرف تلمذ رکھتے ہیں اور ان کا شمار ائمہ حنفیہ ہی میں ہے۔

رابعاً اس قسم کا دعوئی کرنا متاخرین کے لیے تو ویسے بھی مناسب نہیں کہ متقدمین
کی اکثر کتابیں پچھلے دور میں ناپید ہو چکی تھیں ہاں یہ دعویٰ اس شخص کے لیے بیشک
زیب دیتا ہے جس کی نظر قدماء کی کتابوں پر ہو مثلاً ابن ندیم کہ اس کے سامنے قدماء
کی تصنیفات تھیں اس کی شہادت امام ابو حنیفہ کے بارے میں یہ ہے کہ

وكان من التابعين لقي عدة
وہ تابعی تھے اور متعدد صحابہ سے ان کی

من الصحابة۔ لے ملاقات ہوئی ہے۔

خامساً عدم سماع کا یہ سبب بیان کرنا کہ امام صاحب ابتداءً عمر میں کسب معاش میں مشغول تھے اس لیے صحابہ سے حدیثیں نہ سکے بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ وجہ عدم کثرت روایت کی تو بیشک ہو سکتی ہے لیکن نفس عدم روایت کی نہیں اس لیے کہ جب روایت صحابہ خود معترفین کو تسلیم ہے تو پھر ایک دو روایت کے سماع میں اور وہ بھی اتفاقاً ہو جائے شبہ کی کیا گنجائش ہے اور ہمارا دعویٰ امام صاحب کے بارے میں یہ نہیں ہے کہ انہوں نے صحابہ سے بکثرت روایتیں کی ہیں بلکہ اصل دعویٰ یہ ہے کہ روایت صحابہ کی طرح صحابہ سے ان کی روایت بھی ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ اس دعویٰ پر روایت ہو یا درایت کسی حیثیت سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا خاص طور پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کان یخضب بالعمرة جس کا بار بار ذکر آچکا ہے ایسی روایت ہے جس کی صحت خود معترفین کو بھی تسلیم ہے۔

جائے غور ہے کہ امام مسلم کے نزدیک اگر دو ہم عصروں میں لقاء کا امکان ہو تو گو ان کی روایت میں سماع کی تصریح نہ بھی ہو بلکہ روایت محض معنی ہو جب بھی روایت متصل ہی سمجھی جائے گی۔ اور امام بخاری کے نزدیک اگر دو معاصروں میں ایک لحظہ کی ملاقات بھی ثابت ہو جائے تو جتنی حدیثیں بھی ایک معاصر اپنے دوسرے معاصر سے نقل کرے گا اتصال پر ہی محمول ہوں گی۔ لیکن یہاں الٹا معاملہ ہے، معاشرت اور امکان لقاء نہیں بلکہ صحابہ سے امام اعظم کی ملاقات تک کا معترفین کو اعتراف ہے۔ پھر یہ روایات بھی بلفظ عَنْ نہیں بلکہ سَمِعْتُ اور حَدَّثَنَا کے صیغہ سے ہیں مگر منکرین ہیں کہ کسی طرح ماننے کے لیے تیار نہیں۔ کیا ہے؟

تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں
خلاصہ بحث محدث حرم شیخ الشیوخ ابراہیم بن حسن کورانی المتوفی ۱۱۱۵ھ
کے الفاظ حسب ذیل ہیں :-

ان ادراک لجماعت من
امام ابو حنیفہ کا صحابہ کی ایک جماعت کو پایا
الصعابة وروایت بعضہم
اور ان میں سے بعض کی زیارت کرنا صحیح اور ثابت

ثابت صحیح و اما روایت عن راضی
فصحها بعضهم وضعفها آخرون
فهوم التابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
عند د منهم اجمعین۔ ۱۷
ہے۔ وہی روایات کہ جن حضرات کی زیارت کی بات کی گئی ہے
روایت بھی کی تو بعض محدثین اس روایت کی تصحیح
کرتے ہیں اور بعض تضعیف۔ ہر صورت وہ تابعین
میں سے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اسی کے ساتھ علامہ مخدوم لاشم محدث سندھی کا یہ فیصلہ بھی پڑھ لیجیے :-
واما روایت الحديث
عن الصحابة فمختلف فيه
والظاهر ثبوتها عن ثبت
له روایت۔ ۱۷
صحابہ سے امام صاحب کے حدیث کی روایت
کرنے کا مسئلہ اگرچہ مختلف فیہ ہے لیکن ظاہر یہی
ہے کہ جن حضرات صحابہ کی زیارت ثابت ہے ان
سے روایت کا بھی ثبوت ہے۔

تابعین میں افضل کون ہے؟

تابعیت کے باب میں محدثین میں ایک بحث یہ بھی چلی آتی ہے کہ حضرات تابعین میں
افضلیت کے درجہ پر کون فائز ہے۔ چنانچہ محدثین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق مختلف
صفات کو ملحوظ رکھتے ہوئے متعدد حضرات کے نام لیے ہیں لیکن اگر کثرتِ ثواب کو پیش
نظر رکھ کر اس بحث کا فیصلہ کیا جائے تو فضیلت کی قبا حضرات تابعین میں امام ابو حنیفہ کے
علاوہ اور کسی صاحب کے بدن پر راست نہیں آتی۔ حق تعالیٰ شانہ نے امام ابو حنیفہؒ کے
مذہب کو چار دانگ عالم میں جو شہرت اور قبولیت عطا فرمائی ہے اس میں ان کا کوئی
شریک و ہمہیم نہیں۔ علامہ عبدالباقی بن احمد الفاضل الشامی نے اپنی تالیف "مبشر
الموارد العذبة من فوائد النخبة" میں جو اصول حدیث پر ان کی بیش بہا تالیف اس مسئلہ
پر جو داد تحقیق دی ہے وہ ہر ناظرین سے :-

۱۔ واضح رہے کہ محدث کورانی نے اپنی تصنیف "مسائل الایمہ" میں امام اعظم کی تابعیت پر بھی بڑی
تحقیق سے کلام کیا ہے جس کا اصل محدث مینی نے اپنے "ثبت" میں ان الفاظ میں تحریر کر دیا ہے جو ہم
نے نقل کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو التلخیص التوفیق صفحہ ۶۵۔ ۱۷ التلخیص التوفیق صفحہ ۶۵۔

وافضلهم (امی التابعین) سعید
بن المسیب او قیس بن ابی حازم او
الحسن البصری او عقیمة او ابو عثمان الیحدی
لومسروق او اولیر القرقی قال العراقی
وهو الصواب لحدیث عمر مرفوعاً
ان خیر التابعین رجل یقال له
اولیس اخرجہ مسلم کما فی التذکر
واقول ان کان المراد بالافضلیة
الزیادة فی امر مخصوص كالزهد
والورع والحفظ وسعة الروایة
فسلم لکنه غیر المتبادر وان
المراد بها کثرة الثواب المستلم
لورعة الدرجات وقرب الزلفی
عند الله تعالی فافضلهم علی
الاطلاق ابو حنیفة النعمان بن
ثابت لا یشک فی ذلک الامکار
وقاصراً لاطلاع۔

واما کونه من التابعین

فلانه ولد سنة ثمانین بائعاً
السجدین والمورخین والنسب
من الضبط والتمیز عند اکثر
الائمة فیکون قد ادرک ابا
الطفیل فانه قد مات مستمراً

تابعین میں سب سے افضل یا سعید بن
المسیب ہیں یا قیس بن ابی حازم یا حسن بصری
یا عقیمة یا ابو عثمان نہدی یا مسروق یا اولیس قرنی
اور عراقی کی رائے میں حضرت اولیس کی افضلیت
قرین صواب ہے۔ اس لیے کہ حضرت عمرؓ کی
مرفوع حدیث ہے "خیر تابعین وہ شخص ہے جس کا
نام اولیس ہے" یہ مسلم کی روایت ہے۔ جیسا کہ تذکرہ
میں مذکور ہے۔ اور میری رائے اس باب میں
یہ ہے کہ اگر افضلیت سے کسی مخصوص صفت مثلاً
زہد، ورع، حفظ حدیث اور کثرت روایت میں
زیادتی مراد ہے تو یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے،
گو اس بات کی طرف جلدی سے ذہن منتقل نہیں
ہوتا۔ اور اگر افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے
جس کا نتیجہ رفیع درجات اور تقرب الہی ہے تو
اس صورت میں یقینی طور پر اس مرتبہ کے حامل
امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ہیں اور یہ ایسی بات
ہے جس میں بجز کم علم اور مکار کے اور کوئی شک نہیں
کر سکتا۔

دعا امام ابو حنیفہ کا نا بوجہ ہونا سرحدین و مرقن

کا اس پر اتفاق ہے ان کی ولادت سنہ ۱۱۰
ہجری ہے اور اکثر ائمہ کی رائے میں پانچ سال کی
عمر ضبط و تمیز کی عمر شمار ہوتی ہے۔ انھوں نے صحابہ
میں دس ذیل اصحاب کو پایا :- (۱) حضرت

علی مافی صحیح مسلم و مستدرک
 الحاکم او مائتہ وسیع کما جزیہ
 ابن حبان وابن قانع وابن مندہ
 او عشر کما صححه الذہبی
 و انس بن مالک فائتہ مات
 سنۃ ثلاث و تسعین علی المختار
 و محمود بن الریبع فائتہ مات
 سنۃ تسع و تسعین بلا خلاف
 و عبد اللہ بن بسر المازنی
 فائتہ مات سنۃ ست و تسعین
 یحییٰ بن عثمان و ثمانین و ستمائین
 السامدی فائتہ مات سنۃ ثمان
 و ثمانین او احدى و تسعین و اربع
 بن ابی اوفیٰ فائتہ مات سنۃ تسع
 و ستمائین او ثمان و ثمانین و مئو
 حرث فائتہ مات سنۃ خمس و
 و ثمانین او ثمان و تسعین و ابی امامۃ
 الباطنی فائتہ مات سنۃ ست و ثمانین
 کما جزم بہ الجلال و ثالثہ بن الاسود
 فائتہ مات خمس و ستمائین و ثمانین و
 جلیل بن الحارث بن جبرہ الزبیدی
 فائتہ مات سنۃ ست و ستمائین و ثمانین

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت
 قول مختار کے مطابق آپ کا شمار ہے۔ (۲)
 حضرت محمود بن الریبعؒ کہ ان کا انتقال بالآٹھ
 ۸۹۹ء میں ہوا ہے (۳) حضرت عبد اللہ بن بسر
 المازنیؒ کہ ان کا انتقال ۸۹۹ء یا ۸۸۸ء میں
 ہوا (۴) حضرت سہیل بن سعد ساعدیؒ کہ ان کی
 تاریخ وفات ۸۸۸ء یا ۸۹۹ء ہے (۵) حضرت
 عبد اللہ بن ابی اوفیٰؒ کہ ان کا انتقال ۸۸۸ء یا
 ۸۸۹ء یا ۸۸۷ء میں ہوا ہے (۶) حضرت عمرو
 بن حرثؒ کہ ان کا سنہ وفات ۸۸۵ء یا
 ۸۸۷ء ہے (۷) حضرت ابو امامہ باہلیؒ کہ ان کا
 انتقال جلال الدین سیوطی کی تصریح کے مطابق ۸۸۹ء
 میں ہوا ہے (۸) حضرت واخر بن الاسودؒ کہ ان
 کا انتقال ۸۸۵ء یا ۸۸۷ء یا ۸۸۸ء میں ہوا
 ہے (۹) حضرت جلیل بن الحارث بن جبرہ زبیدیؒ
 کہ ان کا انتقال ۸۸۵ء یا ۸۸۷ء یا ۸۸۸ء یا
 ۸۸۹ء یا ۸۸۷ء میں ہوا ہے (۱۰) حضرت

عہ سابق میں ان کے سنہ وفات پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔

اوسع وثمانين والهماس بن زياد
 الباهلي فانه مات سنة اثنى عشر
 مائة اداكثر صرح بهذه التواريخ
 الشيخ وغيره - ومحمد بن لبيد الاشمل
 فانه مات سنة تسع وتسعين و
 الساب بن خلاد الخزرجي فانه مات
 سنة احدى وتسعين والساب بن
 يزيد على القول فانه مات سنة
 ست وثمانين اداحدى وتسعين
 وغيرهم من الصحابة -

هرماس بن زياد باهلي کہ ان کا انتقال ۱۲۰۲
 یا اس کے بعد ہوا ہے۔ یہ تاریخائے وفات
 شیخ (ابن صلاح) وغیرہ نے بیان کی ہیں (۱۲)
 حضرت محمد بن لبید الاشمل کی تاریخ
 وفات ۱۲۹۶ء ہے (۱۳) حضرت سائب بن
 خلاد خزرجی کہ ان کا ۱۲۹۷ء میں انتقال ہوا
 ہے (۱۴) حضرت سائب بن یزید کہ ایک
 قول کے مطابق ان کا انتقال ۱۲۸۶ء یا ۱۲۸۷ء
 میں ہوا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر صحابہ کا بھی آپ
 نے زمانہ پایا ہے۔

وقد صرح برؤيته لبعضهم
 وساعده من جماعة من المحدثين
 والمحققين كالطيالسي والديلمي
 والحارثي في مسانيدهم والبيهقي
 في شرح معاني الآثار والقندوي
 في شرح مختصر الكرخي والسخي
 في شرح مختصر المحاكم وابو سعد
 والخطيب والذهبي والمحققون والياقيني
 والجزري في جلال القراء والتورثي
 في التحفة وصاحب الكشف في سورة
 المؤمنین وذكر السيوطي في بعض كتبه
 انه ادرك سبعين صحابيا منهم
 لم يثبت السماع لكن لا على الأصل

ان صحابہ میں سے بعض حضرات کی روایت
 اور ان سے سماع کی تصریح محدثین اور محققین کی
 ایک جماعت نے کی ہے جیسے کرطیاسی، دیلمی
 اور حارثی نے اپنی اپنی مسانید میں اور بیہقی
 عینی نے شرح معانی الآثار میں اور امام قدوری
 نے "شرح مختصر کرخی" میں اور امام رخسی نے شرح
 مختصر حاکم میں نیز ابوسعید، خطیب، ذہبی، قحط
 ابن حجر اور یاقینی نے اور جزیری نے جلال القراء
 میں اور تورثی نے تحفہ میں اور صاحب الكشف
 نے سورة المؤمنین میں اور امام سیوطی نے قرآنی
 بعض تصانیف میں یہاں تک ذکر کیا ہے کہ امام
 ابو حنیفہؒ نے ستر صحابہ کو پایا تھا اور ان میں
 سے بعض علماء نے سماع کے ثبوت سے انکار کیا

مقدم علی راوی الانقطاع وبعض
 الرواة وان ضعف فقد تقوى
 بالمتابعة ومما يحكم بذلك
 العقل اذ من ابعده البعيد
 ان يكون في عصره جماعة من
 اکابر الصعابة وهو يأخذ
 العلم من صدور الرواة ولقوا
 الرجال ويطلب طلب الضالة
 المنشودة وهم في بلدة اوبينة
 وبينهم مسيرة ايام ولا يرحل
 اليهم بل لو كان بيننا و
 بينهم صافاة احوام ورمای
 الناس يهدعون اليهم من
 كل فجح عريق ويسرعون لزيارتهم
 من كل قطر سحيق لاستانف
 ما اخذ العلم عنهم
 بالوسائط ولراى نفسا
 احق بالرحلة .
 واما كون اكثر
 ثوابا فلقوله عليه السلام
 من سن سنتي حسنة
 كان له اجرها و اجر
 من عمل بها اليوم القيامة
 ہے۔ لیکن یہ قاعدہ ہے کہ اتصال کا راوی انقطاع
 کے راوی پر مقدم ہوتا ہے۔ اگر بعض رواۃ اس باب
 میں ضعیف ہوں تب بھی متابعت کے ذریعہ ان
 کی تقویت ہو گئی ہے۔ پھر عقل کا فیصلہ بھی یہی ہے
 اس لیے کہ یہ بعید از قیاس ہے کہ امام صاحب کے
 زیادہ میں اکابر صحابہ کی جماعت موجود ہوا اور امام
 صاحب راویوں کے سینوں اور لوگوں کی زبانوں
 پر جو علم ہوا اس کے حامل کرنے میں مصروف ہوں
 پھر طلب علم میں انہماک گاہ عالم ہو کہ گویا کوئی
 گم شدہ چیز طلب کر رہے ہیں۔ اور صحابہ خود
 ان کے شہر میں موجود ہوں یا چند روزہ راہ کی
 مسافت پر ہوں اور پھر بھی وہ ان کی خدمت
 میں سفر کر کے پہنچیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر
 صحابہ سالہا سال کی مسافت پر بھی ہوتے اور
 امام صاحب لوگوں کو یہ دیکھتے کہ وہ دور دور
 سے دور دورہ کر ان کی خدمت میں حاضر رہے
 ہیں اور مسافت بعید سے ان کی زیارت کے
 لیے چلے آ رہے ہیں تو یقیناً نئے سرے سے صحابہ
 سے اس علم کو حاصل کرتے ہو پہلے انہوں نے
 بواسطہ حاصل کیا تھا اور لہذا آپ کو ان حضرات
 کی طرف سفر کرنے کا زیادہ حق دار سمجھتے۔
 رہی بات کہ امام صاحب کثرت ثواب
 میں سب تابعین پر فائق ہیں اس کی دلیل یہ

ولاشك ف ان لا يجتهد في الحديث النبوي في حضور طلبة العروة والسنن
 مثل احمد كل من قلده
 وحمل بمذاهب الـ
 القرائن التفخيتين
 بل مثل آجور جميع
 المجتهدين والمتكلمين
 ومقلديهم لان اول
 من اجتهد و الف
 في الفقه والعلوم
 صرح به صاحب
 التبصرة وغيرها
 فخذ ما انتك
 ولكن بين الشاكين
 له
 اس کی قدر کیجیے۔

الحمد لله رہوار قلم نے منزل پہنچ کر دم لیا، شروع میں یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ
 بحث اتنی طویل ہو جائے گی مگر

لذیذ بود حکایت و راز تر گفتیم



امام ابو حنیفہ کی تابعیت

کتبیات

مضمون کی ترتیب و تدریج میں درج ذیل مصنفین کی کتب سے استفادہ کیا گیا :-

- ① ابن ابی حاتم محمد بن ادريس المنذرا التميمي الحنظلي ۳۲۷ھ
کتاب المبرج والتعديل. الطبعة الاولى دائرة المعارف الثمانية جید آباد ۱۳۶۱ھ
- ② ابن الجوزي محمد بن محمد ۸۳۳ھ
غاية النهاية في طبقات القراء مطبعة السلاوة مصر ۱۳۵۲ھ
- ③ ابن الجوزي السجل المتناهي في الاثار والاهية (مطبوعه)
④ ابن حجر احمد بن علي بن حجر العسقلاني ۸۵۲ھ
- ⑤ الاصابة في تمييز الصحابة (مطبعة مصطفى محمد ۱۳۵۵ھ جلد ۴) ⑥ الاثر المعروف بـ
الانوار (مطبوعه) ⑦ تبجيل المنحة بزوائد رجال الاثر الاربعه (الطبعة الاولى) الهند دائرة المعارف النظامية ۱۳۲۲ھ
- ⑧ تقريب التهذيب مع النسخ محمد الطاهر (دہلی مطبع مجتہبی ۱۳۲۲ھ) ⑨ تهذيب التهذيب
(الهند جید آباد دائرة المعارف النظامية ۱۳۲۵ھ جلد ۲) ⑩ الدر الكامنة في اعيان المائة الثامنة
(مطبعة دار الكتب الحديثه قاہرہ) ⑪ فتح الباری شرح صحيح البخاری (مطبعة نير ۱۳۲۵ھ) ⑫
لسان الميزان (الهند جید آباد دائرة المعارف النظامية ۱۳۲۹ھ جلد ۶) ⑬ نزہۃ النظر شرح نخبة
الفکر (طبع لاہور)
- ⑭ ابن حجر مکی شہاب الدین احمد ۹۷۳ھ
الجزات الحسان في مناقب الامام الاعظم (مطبعة دار الكتب العربیہ ۱۳۲۶ھ)
- ⑮ ابن حبان وکیع محمد بن خلف ۳۲۷ھ اخبار القضاء (مطبعة السعادة ۱۳۶۶ھ)
- ⑯ ابن خلکان شمس الدین احمد بن محمد ۶۸۱ھ وفيات الايمان في انباء ابناء الزمان (مطبعة مجتہبیہ)

②٦ الذبي أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان سنة ١٢٤٠ ① تجريد أسماء الصحابة ② تذكرة الحفاظ (دائرة المعارف حيدرآباد دكن - طبع سوم - ٢ جلدیں) ③ سیر اعلام النبلاء بتحقيق صلاح الدين المنجد (مصدر المعارف - جلد ٣) ④ العبر في اخبار من غير ⑤ معرفة القراء الكبار على الطبقات والاعصار (مصدر المكتب الحديث) ⑥ مناقب الامام ابی خنیفه وصاحبه ابی یوسف و محمد بن الحسن الشیبانی (مصدر المكتب العربي)

②٧ رشداً شمس دی بوترا ب صاحب العلم الرابع الاعلام بدواة اللام (قلمی)
 ②٨ زبیدی محمد رفیعی ابوالفیض سنة ١٢٥٠ ① اتمام سادہ المتقین بشرح احیاء علوم الدین (مطبع میمنہ سنة ١٢٣٤) ② شرح القاموس المسمى بتاج العروس من جواهر القاموس (مطبع مکتبة الحیاة)
 ②٩ زين الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقي سنة ١٢٥٠ التقييد والايضاح برعاشيه مقدمه ابن صلاح (مطبع علميه)
 ③٠ سبط ابن الجوزي ابو الطاهر جمال الدين يوسف بن زغل البغدادي سنة ١٢٥٢ الانتقاد والترحيل (مطبع نشر الثقافة الاسلاميه)

③١ اسكي تاج الدين عبد الوهاب طبقات الشافعية الكبرى (مطبع ميسر البابي سنة ١٢٨٦)
 ③٢ سخاوي شمس الدين محمد بن عبد الرحمن سنة ١٢٥٠ فتح المنية بشرح الفية الحديث (مطبع سبط ابن الجوزي)
 ③٣ سكي ابو عبد الرحمن كتاب السؤالات عن الدار قطنی (قلمی)

③٤ السمعاني ابو سعد عبد الكريم بن محمد بن منصور التميمي سنة ١٢٦٢ الانساب (طبع يردن)
 ③٥ السيوطي جلال الدين عبد الرحمن بن ابی بكر سنة ١٢٩١ ① تبيين الصيغه (طبع دلي بر)
 حاشية كشف الاستار ايضاً ② تدريب الراوي في شرح تقريب النوازي (طبع مصر) ③ ذيل اللآلئ المعصومة في الاماوات المفردة (مكتبة مكية حرم)

③٦ الشامي محمد بن يوسف شامي شافعي سبيل الرشاد في هدي خير العباد والمروف بالسير الشافية (قلمی)
 ③٧ صديق حسن خان سنة ١٢٣٤ ① ايجد العلوم (بمطبع مطبع صديقيه سنة ١٢٩٩م) ② اتمام النبلاء المتقین باحياء آثار الفقهاء والمحدثين (كأنجد مطبع نظامي سنة ١٢٨٨م) ③ التاج المكمل (طبع مطبع)
 ④ الخط في ذكر الصالح الستة (كأنجد مطبع نظامي سنة ١٢٨٨م) ⑤ منهج الوصول الى اصطلاح احاديث الرسول (بمطبع مطبع شاميهاني سنة ١٢٩٢م) -

③٨ الصيمري ابو عبد الله حسين بن علي سنة ١٢٣٦ اخبار ابی خنیفه واصحابه (قلمی، خزنة مجلس علي كراي)

③٩ طاش كبرى زاده احمد بن المصطفى ^{٩٦٢هـ} مفتاح السعادة ومصباح السيادة (جيداً بلور دكن دائرة المعارف)

④٠ عبد الباقي بن احمد الفاضل الشامي شرح الموارد العذبة (قلمى، محفوظ كتب خانة شيخ الاسلام عارف حكمة رقم ٩٠)

④١ عميد الحق محدث دبلوى شيخ ^{١٣٥٨هـ} ① تحصيل التعرف في الفقه والتصوف (قلمى) ② لمعات شرح مشكوة (لاهور، مطبع معارف عليه ^{١٣٩٠هـ})

④٢ عبد الحمى لكهنوى ابوالحسنات ^{١٣٤٨هـ} ① اقامة الحج على ان الاكثار في التبع ليس ببدعة (طبع حلب ايضا كهنوا، مطبع يوسفى الانصارى ^{١٣٣٥هـ} ② السبى المشكور في رد المذهب الماثور (مخطوط شكوت اسلام ^{١٣٥٠هـ})

④٣ عميد القادر قرشى الجواهر المضية في طبقات الحنفية (جيداً آباد دكن، دائرة المعارف) ④٤ علاؤ الدين على المتقى الهندى البرهان فورى ^{١٣٤٥هـ} كنز العمال في سنن الاقوال والافعال (الهند مطبع دائرة المعارف النظامية جيداً آباد ^{١٣١٣هـ})

④٥ على بن سلطان محمد القارى الهروى ^{١٣١٠هـ} ① مركات المفاتيح شرح مشكوة المصالح (طمان مكتبة ابدوى) ② شرح نخبة الفكر (مطبعة اخوت ^{١٣٢٤هـ})

④٦ القزلبى ابو عبد الله محمد بن احمد الانصارى ^{١٣١٥هـ} الجامع لاحكام القرآن (قاہرہ مطبعة دار الكتب المصرية ^{١٨٣٩}) ④٧ القسطلانى ارشاد السارى شرح صحيح البخارى (مصر المطبعة الكبرى الايرية بولاق ^{١٣٣٣هـ} ايضا كهنوا مطبع كهنوا) ④٨ قطلوبغا قاسم بن قطلوبغا زين الدين ^{١٣٤٥هـ} تاج الترويح في طبقات الحنفية (بغداد مطبعة الماملى ^{١٣٤٤هـ})

④٩ قہستانی شمس الدين محمد النجاشي شرح مختصر الوقايہ (كلكتہ ^{١٢٤٥هـ}) ⑤٠ كردى محمد بن محمد الكردى البرزى ^{١٣٢٥هـ} مناقب الامام اعظم ابو حنيفة (دكن دائرة المعارف النظامية) ⑤١ محمد اكرم السندى امامان النظر (قلمى)

⑤٢ محمد حسن السنبهى ^{١٣٠٥هـ} تفسیق النظام في مستدالام (كرامى، كارخانہ تہارت كتب) ⑤٣ محمد زاهد الكوثرى تانيب الخليل على ماساق في ترجمة ابى حنيفة (مصر مطبعة دار تجليد الانوار ^{١٣٣٩هـ}) ⑤٤ محمد شاه صديقى حمدة الاصول في احاديث الرسول (طبع دہلي)

- ⑤ محمد طاهر الفتحي سنة ٩٨٦ هـ ① تذكرة الوفود (مصر سنة ١٢٢٥) ② مجمع البحار (الهند مطبع ذل كشور سنة ١٣١٢ هـ)
 ⑥ محمد عبدالرشيد نعماني ① ابن ماجه اور علم حديث ② تحشية ومقدمه دراسات الطيب (سندى اوبى الهند)
 ③ التعليق على ذب وهايات السمات راجه اجد الله السندى ④ التعليق اقيم على مقدمه كتاب تعليم لسعود بن
 ابى شيبة السندى

- ⑤ محمد هاشم سندى اتحاف الاكابر برويات الشيخ عبدالقادر (قلى)
 ⑥ مظفر عيسى بن ابى بكر ايوبي سنة ١٢٢٢ هـ السهم المصيب فى الرد الخطيب (ديوبند مكتبة احوار سنة ١٣٥٠ هـ)
 ⑦ موفق بن احمد صدرا لائمه على مناقب الامام الاعظم (دكن دائرة المعارف)
 ⑧ مياى تدير حسين معيار الحق (دهلى مطبع رحمانى سنة ١٢٢٢ هـ)
 ⑨ النووى فى الدين يحيى بن شرف سنة ١٢٤٢ هـ ① التريب والتيسير لمعرفة سنن البشير والنو
 رطبع مصر ② تهذيب الاسماء واللغات (مصر اولدة طباعة منيرية)
 ⑩ ولى الدين ابو عبد الله محمد بن عبد الله الخطيب ① الاكلال فى سماء الرجال ② مشكوة الصالح (نور محمد كادغاه تيجرتا)
 ③ اليافى عبد الله بن اسعد ابو محمد سنة ١٢٤٤ هـ مرآة الجنان وشمسة البهتان (طبع بيروت)
 ④ يحيى بن ابى بكر عامرى يمينى سنة ١٢٩٢ هـ الرياض المستطابة فى جلا من روى فى اصحاب من الصحابة

فرارین نبوی

ترجمہ و شرح

مکتب الکتب النبوی

تألیف

محمد بن ابرہیم بن دینار

از
مولانا محمد عبدالرشید عثمانی

استاذ شعبہ عربیہ اسلامیہ

المنشی الخیر

لاہور

مکتبہ المدینۃ العلمیۃ
سیدہ امینہ بنت ابی اسحاق مدنی

ادلہ کمالہ

یعنی

غیر مقلدوں کے دلائل و سواہد
اور ان کے تحقیقی جوابات

امام محمد بن ابراہیم بن دینار

مکتبہ المدینۃ العلمیۃ

تألیف
مولانا محمد عبدالرشید عثمانی

استاذ شعبہ عربیہ اسلامیہ

المنشی الخیر

لاہور

امام ابو حنیفہ کا بحیثیت

صحابہ سے ان کی روایت

از
مولانا محمد عبدالرشید عثمانی

استاذ شعبہ عربیہ اسلامیہ

المنشی الخیر

لاہور

المنشی الخیر

لاہور

ناصبیت

تحقیق کے بغیر

عمود احمد عباس کے تازہ اٹھائے
ہوئے فتنہ کا علمی اور تحقیقی جائزہ

از
محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید عثمانی

تألیف

مولانا محمد عبدالرشید عثمانی

المنشی الخیر

لاہور

بمناسبت قرآن سعدین

عزیزم ڈاکٹر پروفیسر محمد عبد الشہید
ابن الانخ الاکبر العلامة الفہامة شیخ الحدیث مولانا عبد الرشید نعمانی
بادختر نیک اختر انور بنت حافظ عتیق اللہ خان ٹونکی

نتیجہ فکر: ڈاکٹر محمد عبد الرحمن غفتر

تعالی اللہ چہ بزم دلنواز است
ہمہ حضار اہل علم و فضل اند
مرام از عقد این مجلس عظیم است
در ایناں ہست مرد اہل ثروت
ہم او موصوف با تقوی و سع
بمہمان می خوراند مرغ و ماہی
ز صلب او است دختر ماہ پیکر
مُتَّقِفَةٌ مُّهَذَّبَةٌ عَفِيفَةٌ
پدر را با اسم حافظ نام کردند
دگر اہل کرم عبد الرشید است
یکے ابن است و دیگر آب نلوکا
نکاح انور و عبد الشہید است

در احسان حق بروے فراز است
ہمہ بدام قصر کفر و جہل اند
مگوہر گز کہ مقصد ز رو سیم است
کہ می جوید فلاح قوم و ملت
بجان و دل مطیع امر شرع
الہی کن عطایش حیرت شاہی
تسمیہا الاقارب با اسم انور
مُحَرَّرَةٌ مُدْرِیَّةٌ شَرِیفَةٌ
بہر مجلس ندائے عام کردند
کہ او ظل سر عبد الشہید است
یکے اصل و دگر شاخ ثمر دار
بحق ما صلیح روز عید است

میان بیل و گل ازدواج است
 و گرام نام نوشت نه بودند
 یحیی عبد العظیم آن علم پرو
 مظفر باظفر دایم قرین است
 وجود نوشته و اخوان نوشته
 یک ز آنها پر و فیسریم است
 محمد احمد آن مرد نکونام
 ز استادان نوشته است موجود
 اتاناشیخنا المصری کراما
 و اسأل مخلصاً یرفع الله
 له عند الوری عز عظیم
 در این موضع رسید از راه بس دور
 باخر این مجالس یافت پایاں
 بمنزل خویش هر کس بست سیامان
 و ماگویان شناخواناں برفتند

تعالی الشرح بهتر مترجاست
 که رنگ رونق مجلس فروزند
 و گرام عبد العظیم آن علم گستر
 غضنفر عبد رحمن اهل دین است
 بد آن مانند که گوئی باله و مه
 پرو فیسر ضیاء مرد کرم است
 سزاوار شفاء احری باکرام
 عزیز القدر عزت از ره جود
 فنشکر علی هذا النوال
 مراتبه الی قلل المعال
 و شان شلح فی کل حال
 شد از تشریف او این بقعه نور
 بخوش اسلوبی و خوبی نمایاں
 خراماں شادمان گل بداماں
 مگر بعد آنکه نوشیدند و خوردند

بهماناں غضنفر گفت بدرود
 جبین خود بیاتے هر یکے سود